ماہِ رمضان المبارک سے متعلق پانچ مفید رسائل کا مجموعہ

تحفہ ماہِ رمضان المبارک

رسائل:

- ❖ روزے کے مسائل
- ❖ تراویح کے فضائل واحکام
- ❖ احکامِ زکوٰۃ
- ❖ مسائلِ صدقۃ الفِطر
- ❖ احکامِ اعتکاف

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی
متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

زیرِ نظر کتاب بندہ کے پانچ رسائل کا مجموعہ ہے جو کہ مختلف اوقات میں لکھے گئے ہیں۔ الحمدللہ کہ یہ رسائل مجموعی طور پر ہزاروں کی تعداد میں شائع ہو کر تقسیم کیے گئے، ان کی اِفادیت محسوس کی گئی اور بہت سے حضرات نے ان کو سراہا اور دعائیں دی۔ ان رسائل میں عام فہم انداز میں روزے، تراویح، زکوۃ، صدقۃ الفطر اور اعتکاف سے متعلق اُن بنیادی مسائل کو مختصر طور پر جمع کیا گیا ہے جن سے آگاہ رہنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

اب انھی رسائل کو یکجا طور پر شائع کیا جارہا ہے تاکہ ہر شخص کو ماہِ رمضان سے متعلقہ احکام ایک ہی ساتھ میسر آسکیں اور استفادے میں سہولت رہے۔

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ ان رسائل میں کسی قسم کی کوئی غلطی نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں، بندہ ممنون رہے گا۔ جزاکم اللہ خیراً

اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرما کر بندہ کے لیے، بندہ کے والدین، اہل وعیال، خاندان، اساتذہ کرام، حضرات اکابر، احباب اور پوری امتِ مسلمہ کے لیے صدقہ جاریہ اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔

بندہ فقیر الی اللہ

مبین الرحمٰن

شعبان المعظّم 1440ھ/اپریل 2019

نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

03362579499

نظرثانی شدہ دوم ایڈیشن: شعبان 1439ھ/ مئی 2018ء

روزے کے اہم مسائل سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے مطالعہ کیجیے

روزے کے مسائل

اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل کرنے کے لیے رمضان ایک بہترین مہینہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کا خصوصی نُزول ہوتا ہے۔ بندوں کو اپنا محبوب بنانے اور ان کی مغفرت کرنے کے لیے اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے نہایت ہی مبارک اعمال رکھے ہیں، جن میں سے ایک عظیم الشان عمل روزہ بھی ہے، جس کے بڑے ہی فضائل ہیں، لیکن ان فضائل کا حصول اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب روزے شریعت کے مطابق رکھے جائیں، جس کے لیے روزے کے مسائل سے آگاہی انتہائی ضروری ہے، زیرِ نظر رسالہ روزے کے ضروری احکام پر مشتمل مختصر اور مفید رسالہ ہے۔

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

روزہ کن لوگوں پر فرض ہے؟

روزہ ہر عاقل، بالغ مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔ (ردالمحتار، مراقی الفلاح)

بلوغت کے اہم مسائل:

مسئلہ: لڑکا اور لڑکی جب تک بالغ نہ ہوئے ہوں تو ان کے ذمے روزہ فرض نہیں، یہی وجہ ہے کہ اگر نابالغ لڑکا یا لڑکی روزہ رکھ کر توڑ دے تو اس کے ذمّے اس روزے کی قضا بھی نہیں، البتہ جب لڑکا یا لڑکی بالغ ہو جائیں تو بالغ ہوتے ہی ان کے ذمّے روزے فرض ہو جاتے ہیں۔ (بدائع الصنائع، ردالمحتار)

مسئلہ: جو نابالغ بچہ یا بچی رمضان کے مہینے میں صبح صادق سے پہلے بالغ ہو جائے تو اس کے ذمّے اس دن کا روزہ رکھنا بھی فرض ہے۔ (بدائع الصنائع، ردالمحتار)

مسئلہ: نابالغ بچے یا بچی کا روزہ رکھنا بھی بالکل جائز بلکہ اس کے لیے اجر وثواب کا باعث ہے، اور یہ روزہ نفلی شمار ہوگا۔ اس لیے اگر انھیں روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو ان کو روزے رکھنے کی بھرپور ترغیب دینی چاہیے بلکہ بلوغت کے قریب ہونے کے باوجود بھی اگر روزے نہ رکھے تو انھیں مؤثر طریقے سے مناسب تنبیہ بھی کرنی چاہیے تاکہ عادت پڑ جائے اور بلوغت کے بعد انھیں روزہ رکھنے میں آسانی رہے۔

(بدائع الصنائع، ردالمحتار مع در مختار)

مسئلہ: جب لڑکے کی عمر اسلامی سال کے اعتبار سے 12 سال اور لڑکی کی عمر 9 سال ہو جائے تو اس کے بعد جب بھی بلوغت کی علامات [جیسے لڑکے کو احتلام، انزال وغیرہ، اور لڑکی کو ماہواری، احتلام وغیرہ] ظاہر ہو جائیں تو یہ دونوں بالغ ہو جاتے ہیں، البتہ اگر بلوغت کی کوئی بھی علامت ظاہر نہ ہو تو پھر 15 سال کی عمر میں دونوں بالغ شمار کیے جائیں گے۔

(صحیح مسلم حدیث: 4814 مع تکملہ فتح الملہم، عالمگیریہ، ملتقی الابحر، کنزالدقائق مع البحرالرائق)

روزے کی نیت کے مسائل

روزے کے لیے نیت کا حکم:

روزے کے لیے نیت فرض ہے، بغیر نیت کے روزہ نہیں ہوتا۔(ردالمحتار، مراقی الفلاح)

نیت کی حقیقت:

نیت دل کے ارادے اور عزم کا نام ہے کہ دل میں یہ نیت ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے روزہ رکھتاہوں۔اس سے معلوم ہوا کہ نیت کا تعلق دل ہی کے ساتھ ہے اور حقیقی نیت دل ہی کی ہوا کرتی ہے،اس لیے دل میں نیت کرلی تو یہ بھی کافی ہے۔ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا بھی درست ہے لیکن ضروری نہیں۔اگر کوئی شخص دل ہی میں نیت کرلیتا ہے اور زبان سے نیت کے الفاظ ادا نہیں کرتا تو یہ بالکل جائز ہے۔(ردالمحتار،ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب، فتاویٰ رحیمیہ)

عربی زبان میں نیت کرنے کا حکم:

نیت کے الفاظ ہر شخص اپنی اپنی زبان میں بھی ادا کرسکتا ہے،اسی طرح نیت عربی میں کرنا بھی درست ہے لیکن ضروری نہیں۔

عوام میں مشہور عربی نیت کا حکم:

آج کل عوام میں نیت کے یہ الفاظ مشہور ہیں:"وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهرِ رَمَضَانَ"، حتیٰ کہ بعض لوگ تو اس کو سحری کی دعا سمجھتے ہیں بلکہ کیلینڈر اور دیگر چیزوں کے ذریعے اس کی اشاعت کا اہتمام بھی کرتے ہیں، یادرہے کہ یہ سحری کی دعاتوہرگز نہیں،البتہ ان الفاظ کے ساتھ نیت کرنادرست توہے لیکن یہ الفاظ قرآن وسنت سے ثابت نہیں،اس لیے ان الفاظ کو سنت یاضروری نہ سمجھا جائے۔اسی طرح اس کی اشاعت کااس قدر اہتمام بھی ایک بےبنیاد بات ہے،اس سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں،لوگ صحیح مسئلے سے ناواقف رہتے ہیں۔(ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

نصف النہار شرعی: ''نصف النہار'' کا معنیٰ ہے: آدھا دن۔ صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک پورے دن کا جتنا بھی وقت ہے اس کے آدھے وقت کو ''نصف النہار شرعی'' کہتے ہیں، یعنی شریعت کی نگاہ میں آدھا دن یہیں تک ہوتا ہے۔ (ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، مراقی الفلاح)

رمضان کے روزے کی نیت رات سے بھی درست ہے اور سحری کے وقت یعنی صبح صادق سے پہلے بھی درست ہے، البتہ جس شخص نے سحری کے وقت بھی نیت نہیں کی یہاں تک کہ صبح صادق کا وقت داخل ہو گیا تو وہ ''نصف النہار شرعی'' سے پہلے پہلے روزے کی نیت کر سکتا ہے اس شرط کے ساتھ کہ صبح صادق طلوع ہونے کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔ اسی طرح وہ حضرات جو سحری سے رہ جاتے ہوں اور صبح صادق کے بعد ہی بیدار ہو جاتے ہوں تو ان کے لیے بھی اتنی سہولت ہے کہ وہ ''نصف النہار شرعی'' سے پہلے پہلے نیت کر کے روزہ رکھ لیا کریں اس شرط کے ساتھ کہ صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیا نہ ہو۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

6: جس شخص نے ''نصف النہار شرعی'' تک بھی نیت نہیں کی تو اس کے بعد اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں، اب اس کے ذمے اس روزے کی قضا رکھنا ضروری ہے، اور ایسا شخص اس دن دیگر روزہ داروں کی طرح افطار تک کچھ کھائے پیے گا بھی نہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

مثال: رمضان 2018 میں کراچی پاکستان کے لیے ''نصف النہار شرعی'' کا وقت:

اس سال (یعنی 2018ء/1439ھ کے) رمضان المبارک میں کراچی کے لیے ''نصف النہار شرعی'' کا وقت تقریباً پونے بارہ (11:45) بجے تک ہے، یعنی اس سے پہلے پہلے نیت کر سکتے ہیں۔

(یاد رہے کہ زوال کو ''نصف النہار عرفی'' کہتے ہیں، رمضان کے روزے کی نیت میں اس کا اعتبار نہیں بلکہ نصف النہار شرعی کا اعتبار ہے۔)

نفلی، قضااور کفارے کے روزوں کی نیت کب تک کی جاسکتی ہے؟

یہی حکم نفلی روزوں کا بھی ہے کہ اگر صبح صادق کے بعد کچھ کھایا پیانہ ہو تو نصف النہار شرعی سے پہلے تک ان کی نیت درست ہے، البتہ قضااور کفارے کے روزوں کی نیت صبح صادق سے پہلے پہلے کرنی ضروری ہے، اگر کسی نے صبح صادق سے پہلے نیت نہیں کی تو صبح صادق کے بعد ان روزوں کی نیت معتبر نہیں۔
(ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، بہشتی زیور، ردالمحتار)

سحری کے احکام

سحری کی فضیلت:

سحری کھانا سنت اور باعثِ برکت ہے، حضور اقدس ﷺ نے سحری کرنے کی ترغیب دی ہے، اس لیے سحری کا اہتمام ہونا چاہیے، اس سے روزہ رکھنے میں قوت بھی رہتی ہے، اگر دل نہ بھی چاہے تب بھی کچھ نہ کچھ کھا پی لینا چاہیے، بھلے پانی ہی پی لے تب بھی کافی ہے، لیکن اگر کسی نے نہار منہ ہی روزہ رکھ لیا تب بھی درست ہے۔ (صحیح البخاری حدیث: 1923، مسند احمد حدیث: 11086، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟

سحری بند کرنے کا آخری وقت کون سا ہے؟ اس حوالے سے بہت سے لوگ لاعلمی کا شکار ہیں اور اسی لاعلمی کا نتیجہ ہے کہ وہ زندگی بھر غلطی میں مبتلا رہتے ہیں اور ان کو احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس غلطی کی وجہ سے ان کے روزے درست ہی نہیں ہوتے۔ ظاہر ہے کہ یہ کس قدر افسوس کی بات ہے کہ ایک شخص روزے رکھتا رہے لیکن اس کی اپنی ہی غلطیوں کے نتیجے میں اس کے یہ روزے شریعت کی نگاہ میں درست نہ ہوں۔ اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اس اہم مسئلے سے بھی آگاہی حاصل کرے تاکہ وہ غلطی سے محفوظ ہوسکے۔ آیئے قرآن و سنت کی روشنی میں اس اہم مسئلے کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں تاکہ غلط فہمیوں اور شبہات کا ازالہ ہوسکے۔

سحری کا وقت رات ہی ہے:

قرآن وسنت کی روشنی میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے کہ جب تک رات ہے تو سحری کی جاسکتی ہے، لیکن جیسے ہی رات ختم ہوجائے تو سحری کا وقت بھی ختم ہوجاتا ہے، اور یہ بات بھی بالکل واضح ہے کہ صبح صادق ہوتے ہی رات ختم ہوجاتی ہے اور دن شروع ہوجاتا ہے۔ اس بات کو قرآن

وسنت اور دیگر شرعی دلائل کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں:

1۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں سحری اور افطاری سے متعلق فرماتے ہیں کہ:

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ.(سورۃ البقرۃ آیت: 187)

ترجمہ: اور اس وقت تک کھاؤ پیو جب تک صبح کی سفید دھاری سیاہ دھاری سے ممتاز ہو کر تم پر واضح (نہ) ہو جائے، اس کے بعد رات آنے تک روزے پورے کرو۔(آسان ترجمہ قرآن)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رات کو سیاہ دھاگے، جبکہ صبح صادق کو سفید دھاگے سے تشبیہ دی ہے اور کھانے پینے کی آخری حد بھی بیان فرمادی ہے کہ اس وقت تک کھاتے پیتے رہو جب تک صبح صادق طلوع نہ ہو جائے، جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ کھانا پینا رات ہی کو درست ہے، اور جب صبح صادق طلوع ہو جائے تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔ اس آیت سے سحری کا آخری وقت بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اور اس سے یہ اہم مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ سحری بند کرنے کا تعلق صبح صادق کے ساتھ ہے نہ کہ اذان کے ساتھ، جس کا مطلب یہ ہے کہ اذان بھلے نہ ہوئی ہو لیکن صبح صادق ہو چکی ہو تو اس کے بعد کھانا پینا جائز نہیں۔

اس آیت کی تفسیر میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سحری کھانے کا آخری وقت:

حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ: اس آیت میں رات کی تاریکی کو سیاہ خط، اور صبح کی روشنی کو سفید خط کی مثال سے بتلا کر روزہ شروع ہونے اور کھانا پینا حرام ہو جانے کا صحیح وقت متعین فرمادیا، اور اس میں اِفراط و تفریط کے اِحتمالات کو ختم کرنے کے لیے ''حَتّٰى يَتَبَيَّنَ'' کا لفظ بڑھا دیا، جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ نہ تو وہمی مزاج لوگوں کی طرح صبح صادق سے کچھ پہلے ہی کھانے پینے وغیرہ کو حرام سمجھو اور نہ ایسی بے فکری اختیار کرو کہ صبح کی روشنی کا یقین ہو جانے کے باوجود کھاتے پیتے رہو، بلکہ کھانے پینے اور روزہ کے درمیان حدِّ

فاصل صبح صادق کا تیقُّن ہے، اس تیقُّن سے پہلے کھانے پینے کو حرام سمجھنا درست نہیں، اور تیقُّن کے بعد کھانے پینے میں مشغول رہنا بھی حرام اور روزے کے لیے مُفسِد ہے اگرچہ ایک ہی منٹ کے لیے ہو۔ سحری کھانے میں وُسعت اور گنجائش صرف اسی وقت تک ہے جب تک صبح صادق کا یقین نہ ہو۔ بعض صحابہ کرام کے ایسے واقعات کو بعض کہنے والوں نے اس طرح بیان کیا کہ سحری کھاتے ہوئے صبح ہو گئی اور وہ بے پروائی سے کھاتے رہے، یہ اسی پر مبنی تھا کہ صبح کا یقین نہیں ہوا تھا اس لیے کہنے والوں کی جلد بازی سے متاثر نہیں ہوئے۔ (معارف القرآن)

2۔ خود نبی کریم ﷺ نے بھی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے یوں فرمایا کہ سیاہ دھاگے سے مراد رات کی تاریکی ہے جبکہ سفید دھاگے سے مراد دن کی روشنی ہے۔ (صحیح بخاری و صحیح مسلم)

- صحيح البخاري:

٤٥١٠: حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، مَا الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنْ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ؟ أَهُمَا الْخَيْطَانِ؟ قَالَ: «إِنَّكَ لَعَرِيضُ الْقَفَا إِنْ أَبْصَرْتَ الْخَيْطَيْنِ»، ثُمَّ قَالَ: «لَا، بَلْ هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ».

- صحيح مسلم:

٢٥٨٥: حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ حُصَيْنٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: «حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ» قَالَ لَهُ عَدِيُّ بْنُ حَاتِمٍ: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، إِنِّي أَجْعَلُ تَحْتَ وِسَادَتِي عِقَالَيْنِ: عِقَالاً أَبْيَضَ وَعِقَالاً أَسْوَدَ، أَعْرِفُ اللَّيْلَ مِنَ النَّهَارِ، فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ: «إِنَّ وِسَادَتَكَ لَعَرِيضٌ، إِنَّمَا هُوَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ».

3۔اسی طرح صحیح مسلم میں ہے کہ سیاہ دھاگے سے مراد رات اور سفید دھاگے سے مراد دن ہے۔

2587: حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلٍ التَّمِيمِي وَأَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَا: حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ: أَخْبَرَنَا أَبُوْ غَسَّانَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ رضي الله عنه قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: «وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الأَسْوَدِ» قَالَ: فَكَانَ الرَّجُلُ إِذَا أَرَادَ الصَّوْمَ رَبَطَ أَحَدُهُمْ فِي رِجْلَيْهِ الْخَيْطَ الأَسْوَدَ وَالْخَيْطَ الأَبْيَضَ فَلاَ يَزَالُ يَأْكُلُ وَيَشْرَبُ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُ رِئْيُهُمَا، فَأَنْزَلَ اللهُ بَعْدَ ذَلِكَ «مِنَ الْفَجْرِ» فَعَلِمُوا أَنَّمَا يَعْنِي بِذَلِكَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ.

اس آیت اور احادیث سے یہ بات بخوبی معلوم ہوگئی کہ سحری بند کرنے کا صحیح وقت رات کو ہے نہ کہ دن کو۔

4۔اس آیت کو امت کے جمہور اہلِ علم نے ایک متفقہ اصول قرار دیا ہے،اور یہی جمہور اہلِ علم کا مذہب ہے کہ سحری بند کرنے کا تعلق رات سے ہے نہ کہ دن سے،اور صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے، جیسا کہ حضرت علامہ ابن القیم الجوزیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وذهب الجمهور إلى امتناع السحور بطلوع الفجر وهو قول الأئمة الأربعة وعامة فقهاء الأمصار.

کہ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ صبح صادق ہو جانے کے بعد سحری کھانا ناجائز ہے،یہی چاروں ائمہ کرام اور دیگر فقہائے عظام کا مذہب ہے۔(حاشیۃ ابن القیم علی سنن ابی داود)

5۔ سورۃ البقرہ کی اسی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ:

أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَى نِسَائِكُمْ. (سورۃ البقرۃ آیت:187)

ترجمہ: تمھارے لیے روزے کی رات کو اپنی بیویوں کے ساتھ ہمبستری جائز قرار دی گئی ہے۔

اس آیت میں جب اللہ نے روزے کی رات کو بیوی کے ساتھ ہمبستری کی اجازت دی ہے تو گویا کہ کھانے پینے کی اجازت بھی رات ہی کو ہے، جیسا کہ دن کو ہمبستری کی اجازت نہیں دی اسی طرح کھانے پینے کی اجازت بھی نہیں ہے، اور یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ رات صبح صادق تک ہی ہوتی ہے، صبح صادق کے بعد تو دن شروع ہو جاتا ہے۔

6۔ روزہ در حقیقت صبح صادق سے لے کر غروبِ آفتاب تک کھانے پینے اور روزہ توڑنے والے امور سے بچنے کا نام ہے۔ (ردالمحتار) اس لیے صبح صادق ہوتے ہی روزہ شروع ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص صبح صادق ہو جانے کے بعد کچھ کھاتا پیتا ہے تو وہ در حقیقت دن ہی کو کھاتا پیتا ہے حالاں کہ دن روزے کے لیے ہے نہ کہ کھانے پینے کے لیے، تو گویا کہ روزے کی حقیقت اور تعریف اس میں نہیں پائی گئی تو یہ روزہ ہوا ہی نہیں۔

7۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

صبح صادق کے بعد اگر ایک منٹ بھی مزید کھالیا تو روزہ فاسد ہے۔ (فتاویٰ عثمانی 188/2)

اذان کے دوران سحری بند کرنے سے متعلق ایک حدیث اور اس کی صحیح تاویل:

جہاں تک سنن ابی داود کی اُس حدیث کا تعلق ہے کہ ”جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے“۔ تو موجودہ دور میں اس حدیث کو لے کر بعض حضرات یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ فجر کی اذان کے دوران بھی سحری بند کی جاسکتی ہے، تو اس حوالے سے چند باتیں سمجھنے کی ہیں:

- اس حدیث شریف کا ایسا مطلب بیان کرنا کہ جو قرآن وسنت کے واضح اصول اور دیگر دلائل کے خلاف ہو یا ان کے مابین باہمی ٹکراؤ کی صورت پیدا کرے، ظاہر ہے کہ یہ ہرگز درست نہیں، اور نا ہی یہ شریعت کا تقاضا ہو سکتا ہے۔

- خصوصًا جب کہ اس حدیث میں کوئی بھی ایسا لفظ نہیں ہے کہ جس سے واضح طور پر یہ معلوم ہو رہا ہو کہ اس حدیث کا تعلق سحری بند کرنے کے ساتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس سے سحری ہی مراد لینا کسی طرح درست نہیں، اور یہی وجہ ہے کہ جمہور اہلِ علم نے اس حدیث سے یہ معنی مراد لیا ہی نہیں کہ صبح صادق کے بعد اذان کے دوران یا اس کے بعد بھی سحری بند کی جاسکتی ہے، بلکہ اہلِ علم نے اس حدیث کے متعدد معانی بیان فرمائے ہیں، تاکہ اس حدیث شریف کا قرآن کے واضح اصول اور دیگر احادیث سے باہمی ٹکراؤ بھی پیدا نہ ہو اور حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہو سکے، یہی وجہ ہے کہ بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ''جب تم میں سے کوئی اذان کی آواز سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس کو نہ رکھے بلکہ اپنی ضرورت پوری کرلے''، یعنی اذان ہو جانے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اذان کی وجہ سے عام کھانا پینا چھوڑ دے اور اذان کا جواب دے بلکہ وہ اس دوران بھی کھا پی سکتا ہے، گویا کہ یہ حدیث عام اذان سے متعلق ہے۔

(ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

- اگر یہ بات تسلیم کرلی جائے کہ اس حدیث کا تعلق سحری کے ساتھ ہے تو ایسی صورت میں امام بیہقی رحمہ اللہ جمہور اہلِ علم کی ترجمانی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جمہور اہلِ علم کے نزدیک اس حدیث کا تعلق اُس اذان کے ساتھ ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی گئی ہو۔ (زجاجۃ المصابیح) کیوں کہ حضور اقدس ﷺ کے مبارک دور میں دو اذانیں دینے کا رواج رہا: ایک صبح صادق سے پہلے جو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ دیتے تھے، اور دوسری صبح صادق کے بعد جو کہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ دیتے تھے، جس کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے، اور جب صبح صادق سے پہلے بھی ایک اذان دی جانے کا رواج تھا تو ایسی صورت حال میں بھی حضور اقدس ﷺ نے سحری کا صحیح وقت واضح فرمایا تاکہ لوگ کہیں غلطی میں مبتلا نہ ہوں، چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ:

أَنَّ بِلالا يُؤَذِّنُ بِلَيْلٍ، فكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى تسمعوا تأذين ابْن أُمِّ مَكْتُومٍ۔

(صحيح مسلم حديث: ۱۰۹۲)

کہ بلال رات کو اذان دیتے ہیں، اس لیے اس وقت تک کھا پی سکتے ہو جب تک ابن ام مکتوم کی اذان نہ ہو جائے،(کیوں کہ وہ فجر کے بعد اذان دیتے تھے۔)

اسی طرح صحیح مسلم کی ایک اور حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے کہ :

لا يغرنكم نداء بلال ولا هذا البياض حتى يبدو الفجر۔ (حديث: ١٠٩٤)

کہ تمھیں بلال کی اذان اور صبح کاذب کہیں غلطی میں نہ ڈال دیں یہاں تک کہ فجر طلوع نہ ہو جائے۔

(نوٹ: صبح صادق سے کچھ لمحات پہلے ایک روشنی سی نمودار ہوتی ہے جو عمودی شکل میں ہوتی ہے، جس سے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ صبح صادق ہو چکی ہے لیکن چند ہی لمحوں بعد وہ غائب ہو جاتی ہے، اس کو صبح کاذب کہا جاتا ہے۔)

اس سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داود کی اس حدیث شریف کا صحیح مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے وہ اذان مراد ہے جو کہ صبح صادق سے پہلے دی جاتی تھی کہ جب یہ اذان ہو جائے اور تمہارے ہاتھ میں برتن ہو تو تم اس کو نہ رکھو بلکہ اپنی حاجت پوری کر لیا کرو، کیوں کہ ابھی تک صبح ہوئی ہی نہیں ہے۔

یہ مطلب مراد لینے کے بعد حدیث کا صحیح مطلب بھی واضح ہو جاتا ہے اور قرآن و حدیث میں باہمی ٹکراؤ کی صورت بھی پیدا نہیں ہوتی۔

سحری میں تاخیر افضل ہونے کی وضاحت:

احادیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہے کہ سحری میں تاخیر کرنا بڑی فضیلت کی بات ہے۔(صحیح ابن حبان حدیث:1770)اس سے بعض حضرات کو یہ شبہ ہوا ہے کہ صبح صادق کے بعد اور اذان کے ساتھ بھی سحری بند کر سکتے ہیں اور دلیل میں یہ حدیث شریف بھی پیش کرتے ہیں، تو اس حوالے سے عرض یہ ہے کہ یہ بات درست ہے کہ احادیث کی رُو سے سحری میں تاخیر کرنا افضل ہے لیکن اس کا یہ تو مطلب نہیں کہ سحری میں اتنی تاخیر کی جائے کہ صبح صادق ہی طلوع ہو جائے، اس کی متعدد وجوہات ہیں:

- تاخیر سے سحری کرنے کا یہ مطلب قرآن وسنت سے کہیں ثابت نہیں کہ صبح صادق کے بعد بھی کھایا پیا جائے، بلکہ قرآن وسنت سے اس کے برعکس یہی معلوم ہوتا ہے کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے، اس لیے سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے۔
- جب تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ تاخیر کی کوئی حدّ بھی تو ہوگی، کیوں کہ اگر تاخیر کی کوئی حد مقرر نہ ہو تو پھر ایک آدمی صبح سورج نکلنے کے بعد کھا پی کر یہ کہہ سکتا ہے کہ سحری میں تاخیر افضل ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کی اس بات کو کون تسلیم کرسکتا ہے؟؟ اس لیے اس تاخیر کی بھی ایک حد ہے، اور وہ حد یہی ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک آپ کھا پی سکتے ہیں، اس کے بعد نہیں، اور یہ حدّ قرآن وسنت کے واضح دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ تفصیل بیان ہوچکی۔
- احادیث سے جو یہ بات ثابت ہے کہ تاخیر سے سحری کرنا افضل ہے اس کا معنی یہ ہے کہ بعض لوگ صبح صادق سے ڈھائی تین گھنٹے پہلے یا آدھی رات ہی کو سحری سے فارغ ہوجاتے ہیں تو یہ بھی جائز ہے لیکن بہتر اور زیادہ فضیلت کی بات یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے کے قریب قریب سحری کرے اور جب رات ختم ہونے لگے تو صبح صادق سے پہلے پہلے سحری بند کرلے۔

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں سحری کے احکام

سحری کا وقت رات ہی کو ہے:

جب صبح صادق طلوع ہونے کا وقت قریب آتا ہے اور رات ختم ہونے لگتی ہے تو رات ختم ہونے سے پہلے پہلے سحری بند کرلینی ضروری ہے، کیوں کہ سحری کا وقت رات کو ہے نہ کہ صبح کو، اس لیے جو لوگ صبح صادق کا وقت داخل ہوجانے کے بعد بھی کھاتے پیتے ہیں ان کا روزہ ہرگز درست نہیں۔

(اعلاء السنن، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب، فتاویٰ عثمانی)

فجر کی اذان کے دوران سحری بند کرنے کا حکم:

بعض حضرات فجر کی اذان کے دوران بھی کھاتے پیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اذان ختم نہ ہو جائے اس وقت تک سحری کا وقت باقی رہتا ہے، یاد رہے کہ یہ کھلی غلطی ہے، کیوں کہ اذان صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہوتی ہے جبکہ سحری رات ہی کو بند کرنی ضروری ہے، اس لیے جو لوگ اذان کے ساتھ کھاتے پیتے ہیں وہ در حقیقت رات کے بجائے صبح کو سحری بند کر رہے ہوتے ہیں حالاں کہ اوپر تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ سحری کا وقت رات ہی کو ہے نہ کہ دن، اس لیے ایسے حضرات کا روزہ ہر گز درست نہیں۔

سحری بند کرنے میں فجر کی اذان کا کوئی اعتبار نہیں:

اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ سحری بند کرنے میں اصل اعتبار اذان کا نہیں بلکہ صبح صادق کا ہے کہ جب صبح صادق طلوع ہو جائے اس کے بعد کھانے پینے سے روزہ ہوتا ہی نہیں، اگرچہ اذان نہیں ہوئی ہو، کیوں کہ اذان تو صبح صادق کے بعد ہی ہوا کرتی ہے۔ اسی طرح بعض مساجد میں صبح صادق سے پہلے ہی فجر کی اذان دے دیتے ہیں، ایسی صورت میں بھی اصل اعتبار صبح صادق ہی کا ہو گا کہ اگرچہ اذان ہو چکی ہو لیکن چوں کہ صبح صادق طلوع نہیں ہوا ہوتا اس لیے صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے تک سحری کھانا جائز ہے۔ (امداد الفتاویٰ، ماہِ رمضان کے فضائل و احکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

تنبیہ: بہتر یہ ہے کہ صبح صادق طلوع ہونے سے چند منٹ پہلے روزہ بند کر لیا جائے تا کہ احتیاط رہے۔

جنابت کی حالت میں روزہ رکھنے کا حکم:

جنابت کی حالت میں بھی روزہ رکھنا درست ہے، اگر کسی شخص کو سحری کے وقت غسل کرنے کی حاجت ہو تو بہتر تو یہ ہے کہ غسل کر کے سحری کر لے، لیکن اگر غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو منہ ہاتھ دھو کر سحری کر لے، اور غسل بعد میں کر لے اگرچہ یہ غسل صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔
(رد المحتار، مراقی الفلاح)

سحری اور افطاری سے متعلق نہایت ہی قیمتی اور اہم مشورے

1: بہترین صورت یہ ہے کہ سحر وافطار کے اوقات سے متعلق اپنے شہر کا کوئی مستند نقشہ اپنے پاس رکھا جائے، پھر اسی نقشے کا اعتبار کرتے ہوئے سحر وافطار کا اہتمام کیا جائے کہ نقشے میں جو صبح صادق کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے روزہ بند کرلیا جائے، اور جو مغرب کا وقت لکھا ہوتا ہے اس سے پہلے ہر گز افطاری نہ کی جائے، ان باتوں پر عمل کرکے غلطی سے حفاظت ہوسکتی ہے۔ سحر و افطار کے اوقات معلوم کرنے کے لیے اپنے شہر کے کسی معتبر نقشے سے استفادہ کرنے کی کوشش کی جائے جس میں سحر وافطار کے اوقات درج ہوں۔

2: بعض مساجد کی گھڑیاں اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق نہیں ہوتیں، جس کی وجہ سے متعدد خرابیاں پیدا ہوتی ہیں، اس لیے مساجد کی گھڑیاں ملک کے معیاری وقت کے مطابق رکھنی چاہیے، اور عوام کو بھی چاہیے کہ وہ اپنی گھڑیاں اپنے ملک کے معیاری وقت کے مطابق کرلیں کیوں کہ نقشے اسی معیاری وقت کے مطابق ہی بنائے جاتے ہیں۔

3: مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ سحری میں صبح صادق شروع ہونے سے تقریباً پانچ منٹ پہلے سائرن وغیرہ کے ذریعے اطلاع دینے کی صورت اختیار کی جائے اور عوام کو مطلع کیا جائے کہ سحری بند ہونے سے پانچ منٹ پہلے سائرن وغیرہ کے ذریعے اطلاع دی جائے گی، اس طرح جب سائرن وغیرہ کا اہتمام ہوگا تو لوگ سمجھ جائیں گے کہ سحری پانچ منٹ کے اندر اندر بند کرلینی ہے، اس سے عوام کے روزے محفوظ ہوسکیں گے۔

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟

1: کُلّی کرنے، نہانے، خوشبو سونگھنے، تیل یا سرمہ لگانے، انجکشن یا ڈرپ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
(امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح)

2: روزے کی حالت میں آنکھ یا کان میں دوا یا پانی وغیرہ ڈالنے یا خود بخود چلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا، البتہ اگر کسی شخص کے کان کے پردے میں سوراخ ہو اور اس میں دوا وغیرہ ڈالنے یا خود بخود چلے جانے کی صورت میں وہ حلق سے اتر جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

3: ناک میں دوا وغیرہ ڈالنے سے روزہ اس وقت ٹوٹتا ہے جب وہ حلق سے نیچے اتر جائے، اس لیے روزے کی حالت میں ناک میں دوا ڈالنے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ اس بات کا قوی اندیشہ ہے کہ دوا حلق سے اُتر جائے۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

4: روزے کی حالت میں قے (اُلٹی) کرنے کا حکم: (الف) روزے کی حالت میں اگر اپنے اختیار سے اُلٹی کی تو اس صورت میں اگر وہ اُلٹی منہ بھر کر ہو تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس سے کم ہو تو نہیں ٹوٹتا۔ منہ بھر کر اُلٹی کا مطلب یہ ہے کہ اسے روکنے یا واپس نگلنے میں مشکلات کا سامنا ہو۔ اور اگر اُلٹی بلا اختیار خود بخود ہو گئی تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے جتنی بھی ہو۔

(ب) اُلٹی کو اپنے اختیار سے واپس پیٹ میں داخل کر دیا تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، البتہ اگر بلا اختیار خود بخود پیٹ میں واپس چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا چاہے جتنی بھی ہو۔ (بہشتی زیور)

5: روزے کی حالت میں اِحتلام ہو جانے سے روزے پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ (بہشتی زیور)

6: کسی کو روزہ یاد نہ ہو اور وہ کچھ کھا پی لے یا جماع کر لے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔
(امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

7: روزے کی حالت میں جان بوجھ کر کھانے پینے یا جماع کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں قضا اور کفارہ دونوں لازم ہوتے ہیں۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، امداد الفتاویٰ، بہشتی زیور)

8: روزے کی حالت میں بیوی سے بوس و کنار کرنے سے روزے پر کوئی اثر نہیں پڑتا، البتہ اگر اس کے نتیجے میں اِنزال یا جماع تک نوبت آنے کا اندیشہ ہو تو بوس و کنار سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔
(ردالمحتار، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

9: روزے کی حالت میں بوس و کنار سے اِنزال ہو جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں صرف اس کی قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔
(امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح)

10: روزے کی حالت میں محض نگاہ کرنے یا بُرے خیالات آنے سے ہی اِنزال ہو جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ (امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح)

11: روزے کی حالت میں بلا اختیار مکھی، دھواں یا دھول حلق سے اتر جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن اگر کوئی جان بوجھ کر ایسا کرے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔ (امداد الاحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

12: روزے کی حالت میں مسواک کرنا درست ہے، چاہے خشک ہو یا تر، البتہ ٹوتھ پیسٹ کرنا مکروہ ہے لیکن اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس کے ذرات حلق سے اتر جائیں۔
(امداد الفتاویٰ، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، بہشتی زیور)

13: روزے کی حالت میں کوئی چیز چکھ کر تھوک دینے سے روزہ نہیں ٹوٹتا لیکن بلا عذر ایسا کرنا مکروہ ہے، اگر کوئی عورت بچے کے لیے غذا نرم کرنے کے لیے کوئی چیز چبا کر دے تو مجبوری میں ایسا کرنا جائز ہے، البتہ اس بات کا خیال رہے کہ اس چیز کا کوئی ذرہ حلق سے نیچے نہ اترے، ورنہ تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔
(ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

14: وضو اور غسل کے دوران غلطی سے پانی حلق سے اتر جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس صورت میں صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح مع نور الایضاح)

15: روزے کی حالت میں کلی کرنے کے بعد ایک دو بار تھوک دینا کافی ہے، اس کے بعد منہ میں جو تَری رہ جاتی ہے اس سے روزے پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔

16: کسی شخص نے غلطی سے صبح صادق طلوع ہو جانے کے بعد سحری کر لی اس خیال سے کہ ابھی بھی سحری کا وقت باقی ہے تو ایسے شخص کا روزہ نہیں ہوتا، ایسا شخص افطار تک روزے داروں کی طرح کچھ کھائے پیے گا نہیں، اور اس کے ذمے اس روزے کی قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

17: کوئی شخص روزے کی حالت میں تھا اور اس کو کوئی ایسا شدید مرض یا عذر لاحق ہو گیا کہ جس کی وجہ سے روزہ برقرار رکھنا اس کے لیے نقصان دہ ہو گیا تو وہ روزہ توڑ سکتا ہے، اس کے ذمے اس روزے کی قضا لازم ہے، کفارہ نہیں۔ (فتاویٰ عثمانی، مراقی الفلاح)

روزے کی حالت میں غسل کرنے کا حکم:

اگر کسی پر غسل فرض ہو تو روزے کی حالت میں غسل کرنا بالکل درست ہے، البتہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایسے غسل میں چونکہ غرارے کرنا اور سانس کے ذریعے ناک میں پانی چڑھانا فرض ہے تو روزے کی حالت میں اس فرض پر عمل کیسے کیا جائے؟ یہ دراصل ایک غلط فہمی ہے، اس لیے پہلے اصل مسئلے کو سمجھنا چاہیے، مسئلہ یہ ہے کہ ایسے غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا تو فرض ہے البتہ غرارے کرنا اور ناک میں پانی سانس کے ذریعے اوپر تک چڑھانا فرض نہیں بلکہ یہ اس شخص کے لیے سنت کے درجے میں ہے جو روزے دار نہ ہو، اور جو روزے دار ہو اس کے لیے ایسے غسل میں غرارے کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کا حکم نہیں، بلکہ روزے دار شخص کے لیے اصل حکم یہ ہے کہ وہ اچھی طرح کلی کرے اور اچھی طرح ناک میں پانی ڈالے تو یہی کافی ہے، اس سے فرض ادا ہو جاتا ہے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، فتاویٰ رحیمیہ)

کن صورتوں میں روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے؟

1: اگر کوئی شخص اس قدر مریض ہے کہ روزہ رکھنا اس کے لیے واقعتاً نقصان دہ ہو تو ایسا شخص فی الحال روزہ نہ رکھے، بلکہ جب صحت یاب ہو جائے تو پھر ان روزوں کی قضا رکھے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نورالایضاح)

2: اگر کوئی عورت حاملہ ہو یا اپنے بچے کو دودھ پلاتی ہو اور روزہ رکھنا اس کے لیے یا اس کے بچے کے لیے نقصان دہ ہو تو ایسی صورت میں روزے نہ رکھنے کی اجازت ہے، بعد میں ان کی قضا رکھ لے۔

(ردالمحتار، فتاویٰ رحیمیہ)

3: جو شخص 48 میل (یعنی 77.25 کلومیٹر) یا اس سے زیادہ مسافت کے سفر پر ہو تو اس کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے، بعد میں اس کی قضا رکھ لے، البتہ اگر سفر میں تکلیف کا سامنا نہ ہو تو روزہ رکھنا بہتر ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ، مراقی الفلاح مع نورالایضاح)

4: اگر کسی شخص نے مرض کی وجہ سے روزے نہیں رکھے، پھر صحت یابی سے پہلے ہی اس کا انتقال ہو گیا، اسی طرح مسافر نے سفر کی وجہ سے روزے نہیں رکھے اور پھر مقیم ہونے سے پہلے پہلے اس کا انتقال ہو گیا اور ان روزوں کی قضا رکھنے کا موقع نہیں ملا تو ان دونوں صورتوں میں ان کے ذمے قضا بھی واجب نہیں، فدیہ بھی واجب نہیں، اور نا ہی ان کے لیے وصیت کرنا ضروری ہے۔

(ردالمحتار علی الدرالمختار، مراقی الفلاح مع نورالایضاح، بہشتی زیور)

خواتین کے لیے ماہواری اور نفاس کی حالت میں روزے کے مسائل:

1: عورت کے لیے حیض و نفاس کی حالت میں روزے رکھنا جائز نہیں، ان ایام میں جتنے روزے نہ رکھے ہوں ان کی قضا رکھنا ضروری ہے۔ (ردالمحتار علی الدرالمختار، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، فتاویٰ رحیمیہ)

2: جس عورت کو روزے کی حالت میں ماہواری آ جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس کے ذمے اس دن

کے روزے کی قضا رکھنا ضروری ہے، اور ایسی عورت افطار تک کھا پی سکتی ہے۔
(ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ رحیمیہ)

3: کوئی عورت دن کو ماہواری سے پاک ہو گئی تو وہ اس دن روزہ تو نہیں رکھ سکتی، البتہ افطار تک روزے داروں کی طرح کچھ کھائے پیے گی نہیں، اور اس دن کے روزے کی قضا رکھے گی۔
(ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ رحیمیہ)

قضا، کفارہ اور فدیہ کے احکام:

1: رمضان المبارک کا کوئی بھی روزہ بغیر عذر کے نہ رکھنا گناہ کبیرہ ہے، اس روزے کی قضا لازم ہے البتہ کفارہ واجب نہیں۔ (امداد الفتاویٰ، ردالمحتار،)

2: رمضان المبارک کا روزہ بلا عذر توڑنا گناہ کبیرہ ہے، اس روزے کی قضا بھی لازم ہے اور کفارہ بھی۔ البتہ رمضان کے علاوہ دیگر ایام کے روزے توڑ دینے سے صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔
(ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

وضاحت: روزے کی حالت میں کھانے پینے سے کفارہ اس وقت لازم ہوتا ہے جب ایسی چیز کھائے پیے جو غذا، دوا، لذت یا طبعی رغبت کے طور پر استعمال کی جاتی ہو، لیکن اگر وہ ایسی چیز ہے جو مذکورہ مقاصد کے لیے استعمال نہیں کی جاتی جیسے کسی نے جان بوجھ کر کوئی تنکا، کاغذ یا اس جیسی کوئی اور چیز نگل لی تو اس سے صرف قضا لازم ہوتی ہے، کفارہ نہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

3: ایک ہی رمضان میں کئی روزے بلا عذر توڑ دیے تو سب کی جانب سے ایک کفارہ بھی کافی ہے، البتہ قضا رکھنا تو ہر ایک روزے کا ضروری ہے۔ (امداد الفتاویٰ، ردالمحتار علی الدر المختار، بہشتی زیور)

4: رمضان کا کوئی روزہ قضا ہو جائے تو رمضان المبارک کے بعد جتنی جلدی ہو سکے اس روزے کی قضا رکھنا بہتر ہے، بلا عذر تاخیر کرنا اچھا نہیں، اگر کسی وجہ سے اگلے رمضان تک بھی یہ روزہ نہ رکھ سکے تو اس سے اگلے سال رکھ لے۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، مراقی الفلاح، بہشتی زیور)

5: رمضان کے کئی روزے قضا ہو جائیں تو بعد میں ان کی قضا رکھتے وقت سب کو ایک ساتھ رکھنا بھی درست ہے اور وقفے وقفے سے رکھنا بھی درست ہے۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، مراقی الفلاح مع نور الایضاح)

روزے کا کفارہ:

1: روزے کا کفارہ یہ ہے کہ دو مہینے مسلسل روزے رکھے، اگر درمیان میں کسی دن کسی بھی وجہ سے روزہ نہ رکھا تو دوبارہ شروع سے روزے رکھنے ہوں گے، اسی طرح اگر کسی عورت کو بچے کی ولادت کے بعد نفاس آجائے تو وہ بھی پاک ہو جانے کے بعد دوبارہ شروع سے روزے رکھے گی، البتہ اگر ان ایام میں کسی خاتون کو ماہواری (یعنی حیض) آجائے تو اس سے کفارے پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ ماہواری کے دنوں کو شمار کیے بغیر دو ماہ کے روزے پورے کرے۔ (ردالمحتار علی الدر المختار، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

2: کفارے کے یہ دو مہینے کے روزے اگر اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ سے شروع کرنے ہوں تو اس صورت میں مہینوں کا اعتبار ہو گا کہ دو اسلامی مہینے ہی روزے رکھنے ہوں گے، بھلے وہ ساٹھ دن سے کم ہوں، اور اگر یکم کے علاوہ دیگر تاریخوں سے شروع کرنے ہوں تو پھر پورے ساٹھ روزے ہی رکھنے ہوں گے۔

(ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

3: اگر کوئی شخص ایسا شدید مریض ہے یا اس کو کوئی ایسا سنگین عذر لاحق ہے کہ وہ کفارے کے دو ماہ کے روزے نہیں رکھ سکتا تو ایسا شخص 60 زکوٰۃ کے مستحق افراد میں سے ہر ایک کو ایک ایک صدقہ فطر کے برابر رقم دے دے۔ ایک مستحقِ زکوۃ کو 60 دن دے دے یا 60 مستحقینِ زکوۃ کو ایک ہی دن دے دے دونوں درست ہیں۔ (ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ عثمانی، مراقی الفلاح مع نور الایضاح، بہشتی زیور)

فدیہ کے احکام:

1: اگر کسی شخص سے رمضان کا ایک یا ایک سے زائد روزے قضا ہو جائیں تو ان کی قضا رکھنا ضروری ہے۔ فدیہ تو اس وقت دیا جاتا ہے جب کوئی ایسا مرض یا عذر لاحق ہو کہ روزہ رکھنے کی امید ہی نہ رہے، جب تک صحت یابی کی امید ہو تو فدیہ دینے کا حکم لاگو نہیں ہوتا۔ جب صحت یابی کی امید نہ رہے تو اس صورت میں فدیہ دے دے، پھر اگر بعد میں اللہ تعالیٰ نے صحت دے دی تو ان روزوں کی قضا رکھنا ضروری ہوگا اور فدیہ میں جو رقم دی تھی اس کا ثواب ملے گا، اور اگر فدیہ دینے کا موقع نہ ملے تو وصیت کر جائے کہ میرے ذمے اتنے روزے باقی ہیں، ان کا فدیہ دے دیا جائے۔ (ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ عثمانی)

2: ایک روزے کا فدیہ ایک صدقہ فطر کے برابر ہے، جس دن فدیہ دینا ہو تو اس دن صدقہ فطر کی قیمت معلوم کر کے اسی حساب سے فدیہ ادا کیا جائے۔ (ردالمحتار، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ رحیمیہ)

3: اگر میت نے وصیت کی ہو کہ میرے روزوں کا فدیہ ادا کیا جائے اور اس نے مال بھی چھوڑا ہو تو اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اگر میت پر کوئی قرضہ ہو تو سب سے پہلے میت کے مال میں سے قرضہ ادا کیا جائے، پھر اس کے بعد کل مال کے ایک تہائی حصے میں سے فدیہ کی یہ وصیت پوری کی جائے۔ اگر وہ ایک تہائی مال کم پڑ رہا ہو اور وہ وصیت اس میں پوری نہیں ہو پا رہی ہو تو اس وصیت کو پورا کرنے کے لیے ایک تہائی سے زیادہ رقم خرچ کرنا ورثا کے ذمے لازم نہیں، البتہ اگر وہ خوشی سے دے دیں تو میت پر احسان ہوگا۔ اسی طرح اگر میت نے مال نہیں چھوڑا ہو یا اس نے وصیت ہی نہیں کی ہو تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا واجب تو نہیں لیکن میت پر احسان کرتے ہوئے ادا کر دینا ایک بہترین عمل ہے۔

(ردالمحتار علی الدر المختار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

4: فدیہ صرف انہی لوگوں کو دینا جائز ہے جن کو زکوۃ دینا جائز ہے۔

(ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام، فتاویٰ عثمانی)

افطاری کے احکام:

1: جب سورج ڈوب جائے اور مغرب کا وقت داخل ہو جائے تو روزہ افطار کرنے کا اصل وقت یہی ہے، مغرب کا وقت داخل ہونے سے پہلے افطار کرنا ہرگز جائز نہیں۔

(اعلاء السنن، ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

2: روزہ افطار کرنے میں اصل اعتبار مغرب کا وقت داخل ہونے کا ہے، مغرب کا وقت داخل ہو جائے تو افطار کرنا جائز ہے اگرچہ اذان نہیں ہوئی ہو۔ (اعلاء السنن، ردالمحتار، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

3: اگر کسی نے غلطی سے مغرب کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی افطار کر لیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا، اس کے ذمے اس روزے کی صرف قضا لازم ہے، البتہ اگر یہ معلوم تھا کہ ابھی افطار کا وقت نہیں ہوا اور پھر بھی اس نے جان بوجھ کر افطار کر لیا تو اس کے ذمے اس روزے کی قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں۔

4: اگر کسی مسجد میں مغرب کا وقت داخل ہونے سے پہلے ہی اذان دے دی گئی تو اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ افطار کے لیے مغرب کے وقت کے داخل ہونے کا انتظار کرنا ضروری ہے۔

5: افطاری کی دعا: اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ.

(سنن ابی داود رقم: 2358، پُرنور دعائیں از شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب، ماہِ رمضان کے فضائل واحکام)

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

اضافہ و نظرِ ثانی شدہ ایڈیشن: 27 شعبان 1439ھ/ 14 مئی 2018ء

تراویح کے بنیادی مسائل سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے نہایت ہی مفید رسالہ

تراویح کے فضائل واحکام

تراویح نہایت ہی عظیم الشان عمل ہے، اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو قُرب کی نعمت عطا فرماتا ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ مسلمان جو رمضان المبارک میں تراویح ادا کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں، خصوصًا وہ حُفّاظ کرام تو زیادہ مبارک باد کے مستحق ہیں جو اُمّت کے لیے ختمِ قرآن کے اجرِ عظیم کا ذریعہ بنتے ہوئے تراویح میں اِمامت یا سَماعت کے فرائض سر انجام دیتے ہیں، البتہ ظاہر ہے کہ یہ سعادتیں اسی صورت میں حاصل کی جاسکتی ہیں جب تراویح کی ادائیگی شرعی احکام کے مطابق ہو، زیرِ نظر رسالہ تراویح کے انھی بنیادی مسائل پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ ہے، جو ہر مسلمان اور خصوصًا حفاظ کرام کے لیے قیمتی تحفہ ہے!!

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

تراویح کی فضیلت اور اس کی شرعی حیثیت:

1: رمضان المبارک میں تراویح کی بڑی ہی فضیلت ہے، حضور اقدس ﷺ نے اس کو سنت قرار دیا ہے، اس لیے حضراتِ فقہا فرماتے ہیں کہ ہر عاقل بالغ مرد اور عورت کے ذمّے تراویح سنتِ مؤکدہ ہے۔

(سنن النسائی حدیث: 2210، فیض القدیر حدیث: 1660، اعلاء السنن، ردالمحتار مع در مختار)

تنبیہ: اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مَردوں کے لیے تراویح پڑھنے کا اہتمام ضروری ہے اسی طرح خواتین کے لیے بھی تراویح کا اہتمام ضروری ہے، بعض خواتین تراویح کو اہمیت نہیں دیتیں بلکہ اس کو ترک کرنے کے لیے معمولی بہانوں کا بھی سہارا لیتی ہیں، ان کا یہ طرزِ عمل ہر گز درست نہیں۔

2: تراویح چوں کہ سنتِ مؤکدہ ہے، اس لیے بلا عذر تراویح چھوڑتے رہنا گناہ ہے۔ (ردالمحتار، امداد الفتاویٰ)

تراویح کا وقت:

1: یکم رمضان المبارک کی رات سے تراویح کا وقت شروع ہو جاتا ہے اور رمضان کے آخر تک رہتا ہے، یعنی رمضان کی ہر رات تراویح پڑھنا سنتِ مؤکدہ ہے۔

2: تراویح کا وقت عشا کی فرض نماز کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور فجر تک رہتا ہے، فجر کا وقت داخل ہوتے ہی تراویح کی نماز کا وقت ختم ہو جاتا ہے، اس لیے اگر کسی شخص نے فجر سے پہلے تراویح نہیں پڑھی تو فجر کے بعد اس کی قضا نہیں، البتہ بلا عذر تراویح ترک کرنے پر استغفار کرنا چاہیے۔

3: اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص ڈیوٹی یا کسی اور عذر کی وجہ سے عشا کی نماز کے ساتھ تراویح ادا نہ کر سکے تو اسے چاہیے کہ صبح صادق تک جب بھی موقع ملے تو تراویح ادا کرنے کی کوشش کرے اور پوری رات میں اس قدر وقت نکال لے کہ جس میں تراویح ادا کی جا سکتی ہو۔

4: جس شخص سے تراویح کی دو یا زیادہ رکعات چلی جائیں تو اگر وتر سے پہلے ان کو ادا کرنے کا موقع مل رہا ہو تو وتر سے پہلے ہی ادا کر لے ورنہ تو وتر کے بعد فجر سے پہلے پہلے کسی بھی وقت ادا کر لے۔

(ردالمحتار، فتاویٰ بزازیہ، الاختیار، فتح القدیر، فتاویٰ قاضی خان، بدائع الصنائع، فتاویٰ محمودیہ)

5: تراویح کے بعد معلوم ہوا کہ عشا کی نماز فاسد ہوچکی ہے تو ایسی صورت میں عشا کی نماز کے ساتھ ساتھ تراویح بھی دوبارہ ادا کرنی ہوگی۔ (الحلبی الکبیر، فتاویٰ محمودیہ)

تراویح کی رکعات اور ان کے احکام:

1: تراویح بیس رکعات ہی سنت ہے، حضور ﷺ نے بیس رکعات تراویح ادا فرمائی ہیں، جیسا کہ ’’مصنف ابن ابی شیبہ‘‘ میں یہ حدیث شریف موجود ہے کہ:

٧٧٧٤: حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ عُثْمَانَ، عَنِ الْحَكَمِ، عَنْ مِقْسَمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ: أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً وَالْوِتْرَ.

بیس رکعات تراویح حضرات صحابہ کرام سے بھی ثابت ہے اور یہی چاروں ائمہ کرام اور جمہور امت کا مذہب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تراویح آٹھ رکعات نہیں ہے اور نا ہی اس کا کوئی ٹھوس ثبوت ہے، بلکہ بیس رکعات سے کم تراویح پڑھنا سنت ہی نہیں، اس لیے آٹھ رکعات تراویح پڑھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔
(اعلاء السنن، رد المحتار مع در مختار، فتاویٰ محمودیہ)

2: تراویح دو دو رکعات پڑھنا سنت ہے، اس لیے بہتر یہی ہے کہ دو دو رکعات کرکے تراویح ادا کی جائیں، البتہ اگر کوئی شخص ایک ساتھ چار رکعات تراویح ادا کرلے تب بھی جائز ہے۔ (بدائع الصنائع، تبیین الحقائق)

تراویح میں چار رکعات کے بعد وقفہ کرنے کا حکم:

1: ہر چار رکعات تراویح کے بعد وقفہ کرنا مستحب ہے کہ اتنی مقدار وقفہ کیا جائے جتنی دیر میں یہ چار رکعات ادا کی ہیں، البتہ اگر مقتدی حضرات کی تنگدلی کی وجہ سے تھوڑی دیر وقفہ کرلیا جائے تب بھی جائز ہے، اور اگر کوئی بالکل وقفہ ہی نہ کرے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

2: اس وقفے میں شریعت نے کوئی خاص عمل سنت یا لازم قرار نہیں دیا، بلکہ ہر ایک کو اختیار ہے: چاہے تو ذکر

کرے، دُعا کرے، استغفار کرے، درود شریف پڑھے یا ویسے ہی خاموش رہے؛ یہ سب جائز ہے، اور بعض اہلِ علم نے اس دعا کا بھی ذکر فرمایا ہے:

«سُبْحَانَ ذِي الْمُلْكِ وَالْمَلَكُوتِ، سُبْحَانَ ذِي الْعِزَّةِ وَالْعَظَمَةِ وَالْقُدْرَةِ وَالْكِبْرِيَاءِ وَالْجَبَرُوتِ، سُبْحَانَ الْمَلِكِ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ، سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ نَسْتَغْفِرُ اللهَ، نَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ وَنَعُوذُ بِكَ مِنَ النَّارِ».

البتہ یہ یاد رہے کہ یہ دُعا قرآن وسنت سے ثابت نہیں، اس لیے اس کو سنت قرار دینا مشکل ہے، البتہ اگر کوئی پڑھنا چاہے تو درست ہے۔

(بدائع، رد المحتار، تحفہ رمضان، تراویح کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

تراویح کے لیے نیت کا حکم:

تراویح کی نماز کے لیے نیت کرنا فرض ہے، نیت کے بغیر تراویح درست نہیں ہوتی، البتہ یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ نیت در حقیقت دل کے ارادے اور عزم کا نام ہے، اس لیے دل میں نیت کر لینا کافی ہے، زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا ضروری نہیں البتہ اگر کوئی شخص زبان سے بھی نیت کر لے تب بھی درست ہے، اس صورت میں صرف اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ میں دو رکعات تراویح کی نماز ادا کرتا ہوں۔ اور اگر امام کی اقتدا میں ہو تو یوں نیت کرے کہ میں امام کے پیچھے دو رکعات تراویح کی نماز ادا کرتا ہوں۔ (بدائع الصنائع، رد المحتار)

تراویح بیٹھ کر ادا کرنے کا حکم:

تراویح کی نماز میں قیام فرض نہیں، اس لیے بیٹھ کر بھی ادا کرنا جائز ہے، البتہ کسی مجبوری کے بغیر بیٹھ کر تراویح ادا کرنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تراویح ترک کرنے سے بہتر یہ ہے کہ اسے بیٹھ کر ادا کر لیا جائے۔ (فتاویٰ عالمگیری، رد المحتار)

تراویح میں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر کے احکام:

1: تراویح کی پہلی رکعات میں سورتِ فاتحہ سے پہلے ثنا، پھر تعوذ اور پھر بسم اللہ پڑھنا سنت ہے جبکہ دوسری رکعت میں سورتِ فاتحہ سے پہلے صرف ”بسم اللہ“ پڑھنا سنت ہے، البتہ مقتدی کے لیے حکم یہ ہے کہ وہ پہلی رکعت میں صرف ثنا پڑھے گا، جبکہ دوسری رکعت میں کچھ بھی نہیں پڑھے گا۔(ردالمحتار)

2: امام کے لیے تراویح پڑھاتے ہوئے پورے قرآن کریم میں صرف ایک بار کسی بھی سورت کے شروع میں بلند آواز سے بسم اللہ پڑھنا ضروری ہے، اس لیے کہ یہ بھی قرآن کریم کی ایک آیت ہے، کیوں کہ اگر امام نے ایک بار بھی بلند آواز سے بسم اللہ نہیں پڑھی تو مقتدی حضرات کے ختمِ قرآن میں ایک آیت کی کمی رہ جائے گی، البتہ ہر سورت کے شروع میں بسم اللہ پڑھنے کا حکم نہیں، نہ بلند آواز سے اور نہ آہستہ آواز سے، البتہ اگر کوئی پڑھنا چاہے تو وہ آواز سے نہ پڑھے بلکہ آہستہ پڑھ لیا کرے۔(ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، تراویح کے فضائل واحکام)

3: باجماعت تراویح میں امام کے لیے جہراً یعنی بآوازِ بلند قراءت کرنا واجب ہے۔(ردالمحتار)

4: سورۃ الفاتحہ کے بعد سورت ملانا واجب ہے جس کی کم از کم مقدار تین چھوٹی آیات یا اتنی ہی مقدار میں ایک یا دو آیات ہے، اہلِ علم نے تین چھوٹی آیات کی مقدار تیس حروف بیان فرمائی ہے، اس سے کم تلاوت کرنے سے واجب ادا نہیں ہوتا، اس لیے چاہے ایک آیت پڑھی جائے یا دو؛ ان کی مقدار تیس حروف کے برابر ہونا ضروری ہے، اگر کسی نے بھول کر اس سے کم پڑھا تو سجدہ سہو سے نماز ادا ہو جائے گی لیکن اگر جان بوجھ کر ایسا کیا تو اس نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔(فتاویٰ عالمگیری، ردالمحتار)

5: فرض نماز میں تو دھیمی رفتار ہی سے تلاوت کرنا بہتر ہے، جبکہ تراویح میں درمیانی رفتار سے پڑھنا مناسب ہے، البتہ کچھ تیز پڑھنا بھی جائز ہے، لیکن بہر صورت یہ لحاظ رہے کہ قرآن کریم تجوید کے موافق ہی تلاوت کیا جائے، اس لیے اس قدر تیز رفتاری سے پڑھنا کہ تجوید کے ضروری امور متاثر ہوں، قرآن کریم سمجھ نہ آئے، یا حروف وحرکات کٹتے چلے جائیں یا واضح نہ ہوں اور مقتدی حضرات کو ”یعلمون تعلمون“ کے سوا کچھ سمجھ نہ آئے؛ یہ سب صورتیں ممنوع ہیں، ان سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔ مقصد تو اللہ ہی کی رضا

حاصل کرنی ہے، اور اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ اخلاص کے ساتھ تجوید کے موافق قرآن کریم کی تلاوت کی جائے۔ (تفسیر مدارک سورۃ المزمل، در مختار، تراویح کے فضائل واحکام)

6: تراویح میں ختمِ قرآن کے دوران اگر کوئی آیت چُھوٹ جائے تو اسے بعد کی کسی تراویح میں پڑھ لی جائے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے یہ چھوٹ جانے والی آیت پڑھی جائے پھر معمول کے مطابق تلاوت جاری رکھی جائے، لیکن اگر ختمِ قرآن ہو جانے کے بعد یاد آجائے تو ایسی صورت میں ختمِ قرآن کے بعد کسی بھی تراویح میں وہ آیت پڑھ لی جائے، اس طرح بھی ختم مکمل شمار ہوگا ان شاءاللہ۔

7: ایک شخص جماعت کے وقت بیٹھا رہتا ہے اور جب امام رکوع میں جانے لگتا ہے تو وہ جلدی سے نماز میں شامل ہو جاتا ہے تو واضح رہے کہ اس کا یہ عمل مکروہ ہے اور ایسا شخص ختمِ قرآن کی دولت سے محروم ہے، کیوں کہ تراویح میں قرآن کریم ختم کرنے کا مطلب یہی ہے کہ قرآن کریم کو تراویح ہی میں پڑھا یا سُنا جائے، اس لیے ایسے شخص کا یہ طرزِ عمل انتہائی نامناسب ہے، اس سے اجتناب کرنا چاہیے۔ اگر کسی کو عذر ہو تو وہ بیٹھ کر تراویح پڑھ لے تاکہ ختمِ قرآن کی سنت اور ثواب سے محرومی نہ ہو۔ اور ویسے تو تراویح بلا عذر بھی بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن اس سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ (الحلبی الکبیر، فتاویٰ محمودیہ)

تراویح میں ختمِ قرآن کے احکام:

1: تراویح میں کم از کم ایک بار قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، ایک سے زائد بار جتنی مرتبہ ختمِ قرآن کی توفیق ہو جائے تو بڑی فضیلت کی بات ہے۔ (الاختیار، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، رد المحتار، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ قاضی خان)

2: تراویح میں قرآن کریم ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ سے شروع کر کے سورۃ البقرہ کی ابتدائی آیات پڑھنا درست ہے اور یہ متعدد حضرات اکابر اہلِ علم کا معمول بھی رہا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت ایسا عمل ہے کہ ایک بار قرآن ختم ہو جانے کے بعد دوبارہ شروع کرنا چاہیے کیوں کہ اس کی تلاوت سدا جاری رہنی چاہیے، گویا اس سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ ہم نے قرآن کریم ختم کر کے دوبارہ

شروع کرلیا ہے اور یہی قرآن کی عظمت کا تقاضا ہے. البتہ اس کو ضروری قرار دینا درست نہیں، اگر کوئی شخص یہ ابتدائی آیات نہ پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ایسا شخص ہر گز قابلِ ملامت نہیں۔(فتاویٰ محمودیہ)

3: ختمِ قرآن کے موقع پر پانی وغیرہ پر دم کرنا جائز ہے، البتہ اس کو ضروری نہ سمجھا جائے، اور مسجد کے آداب کا بھی خیال رکھا جائے۔(ردالمحتار)

4: ختمِ قرآن کے موقع پر دعائیں قبول ہوتی ہیں، اس لیے دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرنا چاہیے۔
(المعجم الکبیر حدیث: 647)

5: ختمِ قرآن کے موقع پر دلی خوشی کے ساتھ شرعی حدود کا خیال رکھتے ہوئے مٹھائی تقسیم کرنا جائز ہے، البتہ اس کو سنت یا ضروری نہ سمجھا جائے، اس کے لیے زبردستی چندہ نہ کیا جائے، اور مسجد کے آداب کا خصوصی خیال رکھا جائے، بصورتِ دیگر اس سے اجتناب کرنا ضروری ہے۔

مسئلہ: تراویح کی جو رکعات فاسد ہو جائیں تو اس میں پڑھا گیا قرآن دوبارہ دہرایا جائے گا۔
(فتاویٰ قاضی خان، فتاویٰ محمودیہ)

تراویح کی جماعت کا حکم:

1: حضراتِ فقہاء کرام کے اقوال کی روشنی میں راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح کی جماعت سنت علی الکفایۃ ہے۔ (درمختار مع ردالمحتار، البحرالرائق)

2: اگر مسجد میں تراویح کی جماعت ہوتی ہو تو ایسی صورت میں مسجد کے علاوہ کسی گھر یا دفتر وغیرہ میں باجماعت تراویح پڑھنا بھی جائز ہے البتہ اس میں مسجد کے ثواب سے محرومی رہے گی۔(فتاویٰ عالمگیری)

3: مردوں کے لیے سب سے بہترین صورت یہ ہے کہ وہ مسجد میں باجماعت تراویح ادا کریں جس میں ختمِ قرآن کا اہتمام بھی ہو، ان تین باتوں میں سے جس میں بھی کمی آئے گی تو اس کی وجہ سے فضیلت میں بھی کمی آئے گی۔ اسی بات کو مد نظر رکھتے ہوئے گھر میں اکیلے مختصر تراویح پڑھنا جائز تو ہے لیکن اس میں مسجد، جماعت اور ختمِ قرآن تینوں کے ثواب سے محرومی ہے، اس لیے بلا عذر گھر میں اکیلے مختصر تراویح پڑھنا بہتر نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ رمضان کا مہینہ تو ہوتا ہی عبادات کے لیے ہے، اس میں تو بڑھ چڑھ کر ثواب کے کام کرنے چاہییے، بلکہ مشقت برداشت کرکے عبادت کرنے کا ثواب تو اور بھی زیادہ ہے، تو نیکیوں کے ایسے پُر بہار موسم میں بھی کوئی محروم رہ جائے تو کتنی نقصان والی بات ہے!!

4: خواتین کے لیے تراویح پڑھنے کی غرض سے مسجد جانا درست نہیں، بلکہ ان کے لیے گھر ہی میں تراویح ادا کرنا افضل ہے۔

تراویح میں امامت اور اقتدا کے احکام

تراویح کے لیے امامت کے احکام وآداب:

1: امام ظاہری طور پر شریعت کے مطابق ہو اور کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا نہ ہو۔ اگر کوئی شخص کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو تو جب تک وہ توبہ نہ کرلے اسے امام نہیں بنانا چاہیے۔

مسئلہ: اسی طرح اگر کوئی شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرتا ہو تو اس کو امام بنانا ناجائز ہے، اور اگر کوئی حافظ صاحب رمضان سے پہلے ڈاڑھی ایک مشت سے کم کرنے سے توبہ کرلے تو بھی جب تک ایک مشت ڈاڑھی پوری نہ ہو جائے اس کو امام بنانا مکروہ ہے۔

2: امام صحیح العقیدہ ہو، جس امام کا عقیدہ اہل السنۃ والجماعۃ کے خلاف ہو تو اسے امام نہ بنایا جائے۔

3: امام بالغ ہو، کیوں کہ نابالغ کی اقتدا میں بالغ حضرات کی نماز جائز نہیں۔

4: ایسے حافظ صاحب کو تراویح میں ختمِ قرآن کے لیے امام نہیں بنانا چاہیے جن کو قرآن کریم ٹھیک طرح یاد نہ ہو یا جو قرآن ٹھیک طرح نہ پڑھتا ہو۔

5: ایسے حافظ صاحب کو امام نہیں بنانا چاہیے جس کو نماز وغیرہ کے ضروری مسائل بھی معلوم نہ ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ ہر حافظ صاحب کو چاہیے کہ وہ ایسے ضروری مسائل کا علم حاصل کرلے۔

6: جو امام کسی عذر کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکے تو وہ بھی تراویح پڑھا سکتا ہے۔

7: اگر حافظ صاحب کسی عذر کی وجہ سے بیٹھ کر تراویح پڑھائے تو یہ بھی جائز ہے۔
(فتاویٰ قاضی خان، تنویر الابصار، البحر الرائق، عالمگیری، فتاویٰ محمودیہ)

سامع مقرر کرنے اور لقمہ دینے کے احکام:

1: تراویح میں سامع مقرر کرنا ضروری نہیں، اس لیے اگر کسی نے سامع مقرر نہیں کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں، البتہ مناسب یہ ہے کہ سامع مقرر کر لیا جائے کیوں کہ اس میں بڑی سہولت رہتی ہے۔

2: سامع کے لیے بالغ ہونا ضروری نہیں بلکہ نابالغ لڑکا بھی سامع بن سکتا ہے۔ (حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی)

3: سامع کو اجرت دینے کا وہی حکم ہے جو کہ تراویح پڑھانے والے کا ہے۔

4: سامع کو چاہیے کہ وہ فوراً لقمہ نہ دے، بلکہ ذرا انتظار کرلے کہ امام خود ہی ٹھیک کرلے لیکن اگر امام کو آیت یاد نہیں آرہی ہو تو پھر لقمہ دے دے، البتہ یہ یاد رہے کہ لقمہ دینے والے کا اسی جماعت میں شامل ہونا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر ایسے شخص نے لقمہ دیا جو اس جماعت میں شامل نہ تھا اور امام نے لے لیا تو ایسی صورت میں سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (رد المحتار)

5: لقمہ اس قدر آواز سے دیا جائے کہ امام بآسانی سن سکے۔

6: اگر امام نے سامع کا لقمہ نہیں لیا تو اس سے سامع کی نماز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

7: تراویح کے دوران قرآن کو دیکھ کر لقمہ دینا جائز نہیں کیوں کہ اس سے سب کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔
(رد المحتار)

8: انتظامی تقاضا یہ ہے کہ تراویح میں سماعت کے لیے جو حافظ صاحب مقرر ہو صرف وہی لقمہ دے لیکن اگر اس کے علاوہ اس جماعت میں شامل کسی اور نے لقمہ دے دیا تو اس سے کسی کی نماز پر بھی اثر نہیں پڑتا۔ (تراویح کے فضائل واحکام)

تراویح پر اجرت لینے کا حکم:

1: تراویح پڑھانے کی اجرت لینا ناجائز اور گناہ ہے، ایسے حضرات جو تراویح پڑھانے پر اجرت کا مطالبہ کرتے ہیں ان کو تراویح پڑھانے کا ہرگز موقع نہ دیا جائے۔

2: تراویح پڑھانے کی اجرت اگر طے نہ کی جائے لیکن وہاں کا عمومی رواج ایسا ہو کہ تراویح پڑھانے پر اجرت دینی پڑتی ہو تو یہ بھی جائز نہیں۔

3: اگر کہیں تراویح کی اجرت طے نہ ہو اور وہاں اجرت دینے کا رواج بھی نہ ہو حتی کہ تراویح پڑھانے والے کے دل میں اجرت لینے کی نیت بھی نہ ہو، ایسے میں اگر کوئی شخص تراویح پڑھانے والے کو اپنی خوشی سے رقم یا کوئی چیز ہدیہ کر دے اور اس کو تراویح کے عوض نہ سمجھے تو یہ لینا جائز ہے، البتہ ایسی صورتحال بہت ہی کم ہے۔(فتاویٰ عثمانی)

تراویح میں سجدہ تلاوت کے احکام:

1: قرآن کریم میں 14 سجدے ہیں، اور سجدہ تلاوت کا حکم یہ ہے کہ اسے ادا کرنا واجب ہے۔

2: جس شخص نے تراویح میں سجدہ تلاوت کی آیت تلاوت کی اور تین آیات تک سجدہ تلاوت نہ کیا تو اس کو چاہیے کہ سلام سے پہلے پہلے جب بھی یاد آئے یا موقع ملے تو سجدہ تلاوت کر کے آخر میں سجدہ سہو کر لے، لیکن اگر نماز میں کسی بھی موقع پر سجدہ تلاوت ادا نہ کیا تو نماز کے بعد اب اس سجدہ تلاوت کا موقع نہیں رہا، اب سوائے استغفار کے اور کوئی صورت نہیں۔

2: تراویح میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد بہتر تو یہی ہے کہ اس کے لیے مستقل سجدہ کیا جائے البتہ اگر کوئی شخص مستقل سجدہ نہ کرنا چاہے تو اس کے لیے سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد تین آیات تک یہ اختیار ہے کہ وہ یا تو رکوع میں چلا جائے اور اسی میں سجدہ تلاوت کی نیت کر لے تو اس سے بھی سجدہ تلاوت ادا ہو جائے گا لیکن اگر اس نے رکوع میں نیت نہیں کی تو رکوع کے بعد جو نماز کا سجدہ آ رہا ہے اس میں تو نیت کے

بغیر بھی سجدہ تلاوت خود بخود ادا ہو جائے گا، البتہ امام کے لیے بہتر یہی ہے کہ وہ رکوع میں نیت نہ کرے تاکہ نماز کے سجدے میں امام اور مقتدی سب کا سجدہ تلاوت ایک ساتھ ادا ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ مذکورہ بالا اختیار اس صورت میں ہے کہ جب اس نے سجدہ تلاوت کی آیت پڑھنے کے بعد تین آیات سے زیادہ تلاوت نہ کی ہو، لیکن اگر تین آیات سے زیادہ پڑھ لی تو ایسی صورت میں یہ سجدہ تلاوت رکوع اور نماز کے سجدے سے ادا نہیں ہو گا بلکہ اس کے لیے مستقل سجدہ کرنا پڑے گا، جیسا کہ مسئلہ نمبر 1 میں بیان ہوا۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو امام کسی وجہ سے سجدہ تلاوت کا اعلان نہ کر سکے تو اس کے لیے اس مسئلے پر عمل کرنے میں بڑی سہولت ہے۔

3: امام نے تراویح میں سجدہ تلاوت کی آیت پڑھ کر سجدہ کیا پھر جب قیام کے لیے لوٹ آیا تو وہی سجدے کی آیت دوبارہ پڑھ لی تو اس کے لیے وہ پہلا سجدہ کافی ہے، دوبارہ سجدہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

4: اگر امام نے سجدہ تلاوت کرنے کے بعد کچھ پڑھے بغیر ہی رکوع کر لیا تب بھی نماز درست ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ کچھ تلاوت کر لی جائے۔

5: اگر امام نے سجدہ تلاوت ادا کرنے کے بعد دوبارہ سورتِ فاتحہ پڑھ لیا تو اس سے سجدہ سہو واجب نہیں ہوتا۔
(ردالمحتار، فتاویٰ عالمگیری، نمازِ تراویح کے فضائل واحکام)

تراویح میں کی جانے والی غلطیوں اور کوتاہیوں کا حکم

تراویح کی پہلی رکعت میں بیٹھ جانے کا حکم:

اگر کوئی شخص پہلی رکعت میں بیٹھ جائے تو محض بیٹھنے سے تو کچھ بھی نہیں ہوتا بلکہ اگر وہ تین بار ''سبحان ربی الاعلی''، جتنی مقدار بیٹھا ہو تو اس پر سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے لیکن اگر اس سے کم ہو تو واجب نہیں ہوتا۔(ردالمحتار، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی)

آیت بھول جانے پر خاموش رہنے کا حکم:

اگر تراویح میں آیت بھول جائے اور اس کو یاد کرنے کے لیے اتنی دیر خاموش رہے کہ اس میں تین بار ''سبحان ربی الاعلی'' پڑھا جا سکتا ہو تو اس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے۔

(ردالمحتار، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، نمازِ تراویح کے فضائل واحکام)

تراویح کی رکعات میں شک کا حکم:

1: اگر تراویح کی رکعات میں شک ہو جائے کہ مقتدی حضرات میں سے بعض کہتے ہوں کہ بیس ہو چکی ہیں جبکہ بعض کہتے ہوں کہ اٹھارہ ہو گئیں تو ایسی صورت میں امام کا رجحان جس طرف ہو تو اسی پر عمل کیا جائے گا۔

2: اگر تمام مقتدی کہتے ہوں کہ اٹھارہ ہو گئی ہیں جبکہ امام کو یقین ہو کہ بیس ہو گئی ہیں تو امام کی بات پر عمل کیا جائے گا۔

3: اگر سبھی کو شک ہو کہ بیس ہوئیں یا اٹھارہ تو ایسی صورت میں دو رکعات تراویح کی نیت سے بغیر جماعت کے ادا کی جائیں گی۔(فتاویٰ قاضی خان، نمازِ تراویح کے فضائل واحکام، فتاویٰ محمودیہ)

تراویح میں تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہو جانے کا حکم:

اگر کوئی امام دو رکعات ادا کر کے تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

1: امام دوسری رکعات میں تشہد پڑھنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جائے تو ایسی صورت میں واپس لوٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ دو رکعات مزید ادا کر لے، اس طرح چار رکعات تراویح ادا ہو جائیں گی۔
2: اگر امام دوسری رکعت میں نہ بیٹھے بلکہ کھڑا ہی ہو جائے تو اس کو چاہیے کہ تیسری رکعت کا سجدہ کرنے سے پہلے پہلے قعدے کی طرف لوٹ آئے اور آخر میں سجدہ سہو کر لے تو نماز درست ہے، لیکن اگر اس نے تیسری رکعت کا سجدہ بھی کر لیا تو اب اس کو چاہیے کہ اس کے ساتھ ایک اور رکعت بھی ملا لے تاکہ چار رکعت ہو جائیں، اس صورت میں پہلی دو رکعات تو باطل ہو جائیں گی اور آخری دو رکعات درست شمار ہوں گی، جس کی وجہ سے پہلی دو رکعات دوبارہ ادا کرنی ہوں گی اور اس میں جو قرآن کریم پڑھا ہے وہ بھی دوبارہ دہرانا ہوگا، البتہ اگر پہلی دو رکعات میں قرآن کریم کافی زیادہ مقدار میں پڑھا ہو جس کے دہرانے سے لوگوں میں انتشار کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں بعض اہلِ علم فرماتے ہیں کہ قرآن کریم دوبارہ نہ دہرانے کی بھی گنجائش ہے۔
(ردالمحتار، فتاویٰ قاضی خان، البحر الرائق، بدائع الصنائع، نمازِ تراویح کے فضائل واحکام)

اطمینان سے نماز نہ پڑھنے کا حکم:

رکوع کے بعد سیدھا کھڑے ہونے کو قومہ کہا جاتا ہے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان میں بیٹھنے کو جَلسہ کہا جاتا ہے، یہ دونوں واجب ہیں اور ان کو اس قدر اطمینان سے ادا کرنا بھی واجب ہے کہ جسم کے اعضا اپنی جگہ پُر سکون ہو جائیں، جس کی مقدار ایک تسبیح (یعنی سبحان ربي الاعلى) کے برابر ہے، اس لیے قیام، رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ وغیرہ خوب اطمینان سے اچھی طرح ادا کرنے چاہییے، ان میں جلدی ہرگز نہیں کرنی چاہیے۔ بعض لوگ رکوع میں جاتے ہی فوراً اُٹھ کھڑے ہو جاتے ہیں، یا رکوع سے اٹھتے ہی سجدے میں چلے جاتے ہیں اور اطمینان سے قومہ نہیں کرتے، یا پہلے سجدے سے سر اٹھاتے ہی دوسرے سجدے میں چلے جاتے ہیں اور اطمینان سے جلسہ نہیں کرتے؛ تو یاد رہے کہ یہ گناہ ہے اور ایسے لوگوں کے ذمے یہ نماز دوبارہ ادا کرنا واجب ہے۔ (ردالمحتار)

سجدہ سہو کا حکم اور طریقہ:

1: سجدہ سہو کا طریقہ یہ ہے کہ آخری قعدے میں تشہد پڑھنے کے بعد پہلے دائیں طرف ایک سلام پھیرا جائے، پھر اس کے بعد دو سجدے کیے جائیں، پھر التحیات سے شروع کرکے آخر تک پڑھ کر سلام پھیرا جائے۔

2: اگر کسی نے درود شریف یا دعا پڑھنے کے بعد سجدہ سہو کیا تب بھی درست ہے۔ اور اگر کسی نے دائیں طرف سلام پھیرے بغیر ہی سجدہ سہو کر لیا تب بھی سجدہ سہو ادا ہو جائے گا البتہ جان بوجھ کر ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

3: نماز میں ایسی غلطی ہو جائے جس سے سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو کرنا واجب ہے، اگر سجدہ سہو ادا نہ کیا تو نماز واجب الاعادہ ہو گی یعنی دوبارہ پڑھنی واجب ہو گی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ: اگر مقتدی نے تشہد پورا نہیں کیا تھا کہ امام نے سلام پھیر لیا تو ایسی صورت میں مقتدی کو چاہیے کہ وہ تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اور اگر تشہد پورا کرنے کے بعد امام سلام پھیر لے تو مقتدی بھی سلام پھیر دے۔ (فتاویٰ عالمگیری)

وتر کے احکام:

1: رمضان المبارک میں وتر کی جماعت افضل اور مستحب ہے، جس کا طریقہ وہی ہے جو عام دنوں میں وتر کی نماز کا ہے، باجماعت وتر میں امام تیسری رکعت میں جب دعائے قنوت کے لیے تکبیر کہنے کے بعد خاموش رہے گا، اس دوران امام اور مقتدی سب دعائے قنوت پڑھیں گے۔

2: اگر امام وتر میں دعائے قنوت بھول جائے اور رکوع میں چلا جائے تو ایسی صورت میں اسے واپس آنے کی ضرورت نہیں بلکہ وہ آخر میں سجدہ سہو کر لے تب بھی درست ہے۔ (ردالمحتار)

تراویح کے بعد دعا کا شرعی حکم:

بیس رکعات تراویح مکمل ہو جانے کے بعد بھی دعا کرنا جائز بلکہ بعض کے نزدیک مستحب ہے کیوں کہ بیس رکعات پورے ہونے پر قرآن کریم کے ایک مقررہ حصے کی تلاوت پوری ہو جاتی ہے اور تلاوت کے بعد کی گھڑی قبولیت کی گھڑی ہوتی ہے، اس لیے دعا کرنا بہتر ہے، البتہ اس کو بھی شرعی حدود میں رکھنا چاہیے، اس کو ضروری سمجھنا اور دعا نہ کرنے والے کو ملامت کرنا ہرگز درست نہیں۔

(فتاویٰ دار العلوم دیوبند، امداد الاحکام، نماز کے بعد ذکر اور دعا کے فضائل و احکام)

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

نظرثانی شدہ دوم ایڈیشن شعبان 1439ھ/ مئی 2018ء

زکوٰۃ کے بنیادی مسائل سمجھنے کے لیے ایک اہم اور مفید رسالہ

اَحکامِ زکوٰۃ

دینِ اسلام کے کسی بھی حکم پر عمل کرنے سے پہلے اس کے بارے میں علم کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے، کیوں کہ عمل کی درستی علم ہی پر موقوف ہے، جب تک کسی بات سے متعلق صحیح علم حاصل نہ ہو تو اس پر ٹھیک طرح عمل ہرگز نہیں ہوسکتا، اس لیے یہ اصولی بات یاد رکھیے کہ فضائل کا حصول عمل پر موقوف ہے اور عمل کی درستی علم پر موقوف ہے، اس لیے پہلے سیکھیے پھر عمل کیجیے!!

مبین الرّحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

زکوٰۃ کس پر فرض ہے؟

ہر وہ مسلمان جو عاقل، بالغ اور صاحبِ نصاب ہو اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔(ردالمحتار مع الدر المختار)

نصابِ زکوٰۃ کی تفصیل:

زکوٰۃ ہر شخص پر فرض نہیں بلکہ اس کے لیے شریعت نے ایک خاص نصاب مقرر فرمایا ہے، جس شخص کے پاس اُس نصاب کے برابر مال ہو تو اس کو صاحبِ نصاب کہتے ہیں، صرف اسی پر زکوٰۃ فرض ہوتی ہے،اور جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوتی۔ اس لیے ہر مؤمن کو اچھی طرح زکوٰۃ کا نصاب سمجھ لینا چاہیے تاکہ اس کو زکوٰۃ کے فرض ہونے یا نہ ہونے کا علم ہو سکے۔ ذیل میں زکوٰۃ کا نصاب تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کن چیزوں پر فرض ہوتی ہے؟

بنیادی طور پر زکوٰۃ صرف چار چیزوں پر ہے:

(1)سونا، (2)چاندی، (3)سامانِ تجارت، (4)رقم۔(ردالمحتار،اصلاحی خطبات)

نوٹ: مویشی، زراعت، مدفون خزانے اور معدنیات سے متعلق زکوٰۃ وغیرہ کے احکام معلوم کرنے کے لیے اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

1: جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، باقی مذکورہ بالا تین چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات (7.5) تولہ یعنی 87.48 گرام سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

2: جس شخص کے پاس ان چار چیزوں میں سے صرف چاندی یا صرف سامانِ تجارت یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون (52.5) تولہ یعنی 612.32 گرام چاندی ہے۔ جو

چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر زکوٰۃ نہیں۔

3: کسی شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر زکوٰۃ ہے، ورنہ نہیں۔

4: کسی شخص کے پاس یہ چاروں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم) یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان سب کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگائیں گے، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر زکوٰۃ ہے، ورنہ نہیں۔

5: کسی شخص کے پاس ان چار چیزوں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم) میں سے کوئی ایک یا ایک سے زائد چیزیں نصاب کو پہنچی ہوں اور ساتھ میں اس کے پاس ان باقی چیزوں میں سے بھی کچھ کچھ موجود ہو تو سب کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کی زکوٰۃ ادا کرنی ہو گی۔ (ردالمحتار، بہشتی زیور، نوادر الفقہ)

مسئلہ: ان چار چیزوں کے علاوہ دیگر اشیاء جیسے: دکان، مکان، پلاٹ، گاڑی، ہیرے، جواہرات، موبائل، فرنیچر، گھریلو سامان، کتابیں، کپڑے، جوتے وغیرہ؛ ان پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر یہ چیزیں تجارت کے لیے ہوں تو اس صورت میں ان پر زکوٰۃ ہو گی۔ (ردالمحتار)

سامانِ تجارت سے کیا مراد ہے؟

سامانِ تجارت سے مراد وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو، لیکن اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں نیت بنی، یا اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا، یا کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع

مل رہاہو تو فروخت کر دیں گے تو ان سب صورتوں میں یہ مال سامانِ تجارت میں شامل نہیں، تو اس پر زکوٰۃ بھی نہیں۔

سامانِ تجارت میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے:

سامانِ تجارت کی زکوٰۃ ادا کرنے میں قیمتِ فروخت کا اعتبار ہے نہ کہ قیمتِ خرید کا۔ دکان وغیرہ میں موجود کل سامانِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگا کر زکوٰۃ ادا کریں گے، البتہ اگر کل سامانِ تجارت میں سے ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو یوں بھی حساب لگانا درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر آج فروخت کرنا چاہیں تو کتنی رقم میں فروخت ہو گا، تو پھر اسی حساب سے بھی زکوٰۃ ادا کرنا درست ہے۔

رقم سے متعلق وضاحت:

رقم ان اموال میں سے ہے جن پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر زکوٰۃ کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر زکوٰۃ اس وقت لاگو ہوتی ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر زکوٰۃ لاگو نہیں ہو گی، یہ بات راجح نہیں ہے، بلکہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت زکوٰۃ کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے یا گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو زکوٰۃ کے نصاب میں اس کا بھی حساب لگایا جائے گا۔

مثال: اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولہ سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو اس پر بھی زکوٰۃ لازم ہو گی۔

(زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب، فتاویٰ عثمانی، نوادر الفقہ)

مسئلہ: کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس امانت رکھوائی ہو یا کسی اور کو قرضہ دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب پر زکوٰۃ ہے۔
(ردالمحتار، اصلاحی خطبات)

سونا چاندی بہر صورت قابلِ زکوٰۃ مال ہے:

سونا، چاندی چاہے زیورات کی شکل میں ہوں یا کسی اور صورت میں، اسی طرح سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں؛ بہر صورت ان پر زکوٰۃ ہے۔
(ردالمحتار، اصلاحی خطبات، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

قرض اور واجب الاداءُ قوم سے متعلق زکوٰۃ کے احکام:

مسئلہ: کسی شخص کے ذمّے واجب الاداءُ قوم ہوں جیسے قرضہ، کرایہ، بِل، اسکول وغیرہ کی فیسیں، اسی طرح ادھار یا قسطوں پر خریدی ہوئی چیز کی واجب الادا رقم، تو زکوٰۃ کا حساب کرتے وقت ان تمام واجب الاداءُ قوم کو نکالنے کے بعد نصاب کا اعتبار ہوگا کہ یہ تمام رقوم نکال دینے کے بعد بھی اگر وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو تو اس پر زکوٰۃ ہے، ورنہ نہیں۔ (زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

مسئلہ: جس شخص نے دوسرے کو قرضہ دیا ہو اور اس کے ملنے کی امید بھی ہو تو زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو بھی شمار کریں گے۔ (زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

مسئلہ: کسی نے کمیٹی (یعنی بی سی) ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگائیں گے۔ دوسری صورت یہ کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، زکوٰۃ کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی جمع کر کے حساب لگائیں گے۔ (زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی محمد رضوان صاحب)

تنبیہ: اگر کوئی شخص اپنے قرض دار کو زکوٰۃ کی نیت سے اپنا قرضہ معاف کردے تو اس طرح زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔ (امداد الفتاویٰ)

نصابِ زکوٰۃ پر سال گزرنے کی شرط:

زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہونے کے لیے اس نصاب پر اسلامی سال کا گزرنا شرط ہے، جب کسی شخص کے پاس نصاب کے بقدر مال آجائے تو وہ صاحبِ نصاب بن جاتا ہے اور اس پر زکوٰۃ فرض ہو جاتی ہے، البتہ زکوٰۃ کی ادائیگی اس وقت فرض ہوتی ہے جب اس پر اسلامی سال گزر جائے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ جس اسلامی تاریخ کو یہ شخص صاحبِ نصاب بنا ہے وہ تاریخ اپنے پاس نوٹ کرلے، پھر جب اگلے سال وہی تاریخ آجائے تو دوبارہ اپنے مال کا حساب لگالے، اگر سال گزر جانے کے بعد بھی اسی تاریخ کو یہ صاحبِ نصاب ہو تو پھر اس وقت اس کی ملکیت میں جس قدر مال بھی موجود ہوگا سب کی زکوٰۃ دینی ہوگی، اور اگر اس تاریخ کو اس کے پاس نصاب کے بقدر مال موجود نہیں تو زکوٰۃ کی ادائیگی فرض نہیں ہوگی۔

(ردالمحتار، اصلاحی خطبات، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

سال کے دوران نصاب میں کمی بیشی کا حکم:

زکوٰۃ کے اس اسلامی سال کے دوران نصابِ زکوٰۃ میں اگرچہ کمی بیشی آتی رہے، اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا، بلکہ بدستور زکوٰۃ اسی طرح فرض رہے گی، کیونکہ اصل اعتبار اس اسلامی سال کے ابتدائی اور آخری تاریخ کا ہے، البتہ اگر اس سال کے دوران وہ مال بالکل ہی ختم ہو جائے تو اس صورت میں زکوٰۃ کا یہ سال بھی کالعدم ہو جائے گا، اب اس کے ذمّے زکوٰۃ فرض نہیں رہی، بلکہ اب جس اسلامی تاریخ کو دوبارہ نصاب کے بقدر مال آئے گا تو از سرِ نو اسی تاریخ سے سال دوبارہ شروع ہوگا۔ (ردالمحتار)

سال گزرنے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم:

صاحبِ نصاب شخص اگر سال پورا ہونے سے پہلے ہی زکوٰۃ ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ جب سال پورا ہونے کے بعد وہ متعین تاریخ آجائے تو مال کا حساب لگالے اگر موجودہ زکوٰۃ اُس ادا شُدہ زکوٰۃ سے زائد بنتی ہو تو بقیہ زکوٰۃ ادا کرنا ضروری ہے۔ (زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

زکوٰۃ میں ذاتی ملکیت کا اعتبار:

ہر شخص پر اسی کی ملکیت کے اعتبار سے زکوٰۃ فرض ہے۔ میاں بیوی، والدین اولاد میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے، اگر شوہر اور بیوی دونوں ہی صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہو گی، اگر والد بھی صاحبِ نصاب ہو اور بیٹا بھی تو دونوں کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہو گی۔ اسی طرح زکوٰۃ کے فرض ہونے کے لیے ایک کے مال کو دوسرے کے ساتھ جمع نہیں کیا جائے گا، بلکہ ان میں سے جس کی بھی ملکیت میں نصاب کے بقدر مال آجائے تو صرف اسی کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہے بس!!

اسی طرح یہ بھی واضح رہے کہ ایک شخص کی زکوٰۃ دوسرے کے ذمّے لازم نہیں، ہاں اگر کوئی اور اس کی اجازت سے اس کی زکوٰۃ ادا کرلے تو جائز ہے۔ (ردالمحتار، اصلاحی خطبات)

زکوٰۃ کتنی ادا کرنی ہے؟

کل مال میں سے ڈھائی (2.5) فیصد زکوٰۃ ادا کی جائے گی، جو کہ چالیسواں حصہ بنتا ہے۔
(ردالمحتار، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

نوٹ: زکوٰۃ کی مقدار معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کل مال کو چالیس (40) پہ تقسیم کریں، جو جواب آجائے وہی زکوٰۃ کی مقدار ہے۔

زکوٰۃ کا مستحق کون ہے؟

1: جس شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ جو نصاب کو نہ پہنچتا ہو، اور اس کے پاس ضرورت سے زائد سامان بھی اتنا نہ ہو کہ جس کی قیمت چاندی کے نصاب تک پہنچتی ہو تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

(ردالمحتار، امداد الاحکام)

2: جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور مذکورہ بالا چار چیزوں میں سے ہر ایک یا بعض بھی کچھ کچھ موجود ہو لیکن ان سب کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک نہ پہنچتی ہو تو ایسا شخص بھی زکوٰۃ کا مستحق ہے، اور اگر پہنچتی ہو تو زکوٰۃ کا مستحق نہیں۔ (ردالمحتار، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

ضرورت سے زیادہ سامان سے کیا مراد ہے؟

1: ضرورت سے زائد چیزوں سے مراد وہ چیزیں ہیں جو کسی بھی طرح استعمال میں آتی نہ ہوں جیسے محض زیب وزینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ، اسی طرح وہ چیزیں جو پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں پڑی رہتی ہیں اور قیمت بھی رکھتی ہیں جیسے فالتو مشینیں، فالتو فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔

2: اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ ہو تو وہ بھی ضرورت سے زائد ہے۔

3: کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہوگا۔ (بہشتی زیور، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

وہ افراد جن کو مستحق ہونے کے باوجود بھی زکوٰۃ دینا جائز نہیں:

1: اپنے اصول یعنی والدین، دادا دادی، نانا نانی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

2: اپنے فروع یعنی اولاد، پوتا پوتی، نواسا نواسی وغیرہ کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے۔

3: میاں بیوی ایک دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے سکتے۔

ان کے علاوہ اپنے دیگر رشتہ دار جیسے: بھائی، بہن، ساس، سسر، بہو، داماد، ماموں، ممانی، خالہ، خالو، پھوپھی، پھوپھا، چچا، چچی، دیور، دیورانی، جیٹھ، جیٹھانی، سمدھی، سمدھن، سالہ، سالی، نند، بہنوئی، بھابھی، بھانجا، بھانجی، بھتیجا، بھتیجی وغیرہ؛ سب کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر وہ مستحق ہوں۔

(ردالمحتار، امدادالفتاوٰی، امدادالاحکام، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

4: نابالغ کو زکوٰۃ اس صورت میں دینا جائز ہے جب اس کا والد بھی زکوٰۃ کا مستحق ہو ورنہ جائز نہیں۔

5: سید کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیاں اور ان کا اِزالہ

ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

۱۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

۲۔ جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

واضح رہے کہ یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے پائے جاتے ہیں:

پہلا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

دوسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی حکم بھی لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

تیسرا طبقہ: جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ ان کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق:

زکوٰۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ صدقۃ الفطر میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکوٰۃ کا نصاب کہا جاتا

ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو صدقۃ الفطر کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ایک ہی ہے۔

اس تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:

۱۔ جس شخص کے ذمّے زکوٰۃ فرض ہے تو اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکوٰۃ لینا بھی جائز نہیں۔

۲۔ جس شخص کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکوٰۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں۔

۳۔ زکوٰۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔ (مستفاد من کتب الفقہ)

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے ان امور کی رعایت ضروری ہے:

1: زکوٰۃ ادا کرتے وقت کسی مستحق کو اس زکوٰۃ کا مالک بنانا ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم سے مسجد، اسکول، مدرسہ، سڑکیں، ہسپتال، کنواں وغیرہ بنانا جائز نہیں۔(ردالمحتار، امدادالاحکام)

2: زکوٰۃ کی رقم تنخواہ یا کسی اور چیز کے عوض میں دینا جائز نہیں۔(امدادالاحکام، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

3: زکوٰۃ کو رقم ہی کی صورت میں ادا کرنا ضروری نہیں بلکہ کپڑے، جوتے، کھانے پینے کی چیزوں اور اسی طرح کسی بھی صورت میں ادا کرنا درست ہے۔(ردالمحتار، امدادالفتاویٰ)

4: کسی ٹرسٹ یا رفاہی ادارے کو زکوٰۃ دینے سے پہلے اس بات کا اطمینان کرلینا چاہیے کہ وہ آپ کی زکوٰۃ شرعی طریقے سے مستحقین تک پہنچادیتے ہوں۔(زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

زکوٰۃ کی ادائیگی میں کی جانے والی کوتاہیاں:

1: بہت سے لوگ زکوٰۃ کو رمضان کے مہینے کے ساتھ خاص کرتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ زکوٰۃ رمضان ہی میں فرض ہوتی ہے، حالاں کہ زکوٰۃ کا تعلق رمضان کے ساتھ نہیں بلکہ جب بھی نصاب پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہو جاتی ہے، چاہے جس مہینے میں بھی ہو۔

2: بہت سے حضرات زکوٰۃ ادا کرتے وقت اس بات کی تحقیق نہیں کرتے کہ جس کو زکوٰۃ دے رہے ہیں وہ مستحق ہے بھی یا نہیں، حالاں کہ جو شخص مستحق نہ ہو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہی نہیں، اس لیے تحقیق کے بعد مستحق ہی کو زکوٰۃ دینی چاہیے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت کا حکم:

زکوٰۃ کی ادائیگی کے لیے نیت ضروری ہے کہ دل میں یہ نیت ہو کہ میں اللہ کے رضا وخوشنودی حاصل کرنے کے لیے زکوٰۃ ادا کررہا ہوں، اگر کسی نے ہدیہ یا تحفہ کہہ کر زکوٰۃ ادا کی لیکن اس کے دل میں زکوٰۃ ہی کی نیت تھی تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔(ردالمحتار، زکوٰۃ کے فضائل واحکام)

زکوٰۃ کیسے ادا کریں؟

ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ اپنے مال کا حساب کرتا رہے تاکہ معلوم ہو جایا کرے کہ وہ صاحبِ نصاب بنا ہے یا نہیں۔ جس اسلامی تاریخ کو اس کے پاس اتنا مال آجائے کہ وہ نصاب تک پہنچتا ہو تو وہی اسلامی تاریخ اپنے پاس نوٹ کرلے جیسے وہ یکم شعبان کو صاحبِ نصاب بنا تو یہ تاریخ نوٹ کرلے، پھر اگلے سال جب شعبان کی یہی یکم تاریخ آجائے تو اپنے مال کا حساب لگالے، اگر وہ اس یکم شعبان کو بھی صاحبِ نصاب ہوا تو جتنا قابلِ زکوٰۃ مال اس کے پاس ہو؛ سب کی زکوٰۃ دے دے، اور اگر اس تاریخ کو صاحبِ نصاب نہ ہوا تو اس کے ذمّے زکوٰۃ فرض نہیں رہی، بلکہ اب جب دوبارہ اس کے پاس جس اسلامی تاریخ کو نصاب کے بقدر مال آجائے تو اسی تاریخ سے دوبارہ سال شروع ہو جائے گا۔

نوٹ: تفصیلی حوالاجات کے لیے یہ کتب ملاحظہ فرمائیں: ردالمحتار، فتاوٰی عالمگیری، فتاوٰی عثمانی، جواہر الفقہ، نوادر الفقہ، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی رضوان صاحب۔

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

طبع اوّل: جُمادی الاُولیٰ 1440ھ / جنوری 2019ش

عام فہم انداز میں صدقۃ الفطر کے بنیادی مسائل سے آگاہی کے لیے مطالعہ کیجیے

مسائلِ صَدقۃُ الفطر

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دار العلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

صدقۃ الفطر واجب ہونے کا نصاب:

1: جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔

2: صدقۃ الفطر کا نصاب وہی ہے جو قربانی کا ہے، اس لیے جس شخص پر قربانی واجب ہے اس پر صدقۃ الفطر بھی واجب ہے۔

صدقۃ الفطر کا تفصیلی نصاب بیان کرنے سے پہلے ایک اہم نکتے کی وضاحت ضروری ہے، ملاحظہ فرمائیں:

صدقۃ الفطر، زکوٰۃ اور قربانی کے نصاب سے متعلق بعض غلط فہمیاں اور ان کا اِزالہ:

ہمارے معاشرے میں زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق درج ذیل غلط فہمیاں رائج ہیں:

- جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔
- جس شخص پر زکوٰۃ فرض ہے تو صرف اسی پر صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور جس شخص پر زکوٰۃ فرض نہیں تو اس پر صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب نہیں۔

یہ واضح غلط فہمیاں ہیں، اس کی تفصیل یہ ہے کہ زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کے نصاب سے متعلق مسلمانوں میں تین طبقے پائے جاتے ہیں:

<u>پہلا طبقہ:</u> جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ بھی فرض ہے، اور صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہیں۔

<u>دوسرا طبقہ:</u> جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہیں ہوتا، اور صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب بھی نہیں ہوتا۔

حکم: ان کے ذمّے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی میں سے کوئی بھی حکم لازم نہیں ہوتا، یہی وہ طبقہ ہے جن کو زکوٰۃ اور صدقاتِ واجبہ دینا جائز ہے۔

<u>تیسرا طبقہ:</u> جن کے پاس زکوٰۃ کا نصاب تو نہیں ہوتا البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہوتا ہے۔

حکم: ان کے ذمّے زکٰوۃ تو فرض نہیں البتہ ان کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہیں، یہ وہ طبقہ ہے کہ ان کے لیے بھی زکٰوۃ لینا جائز نہیں۔

زکٰوۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق:

زکٰوۃ اور صدقۃ الفطر کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکٰوۃ میں تو صرف چار چیزوں یعنی سونا، چاندی، رقم اور سامانِ تجارت کا اعتبار کیا جاتا ہے، جبکہ صدقۃ الفطر میں ان چار چیزوں کے علاوہ ضرورت سے زائد سامان اور مال کا بھی حساب کیا جاتا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ شخص ان چار چیزوں کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو زکٰوۃ کا نصاب کہا جاتا ہے، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد سامان کی وجہ سے صاحبِ نصاب بنا ہے تو اس کو صدقۃ الفطر کا نصاب کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ صدقہ الفطر اور قربانی کا نصاب ایک ہی ہے۔

اس تفصیل سے یہ احکام ثابت ہوتے ہیں:

- جس شخص کے ذمّے زکٰوۃ فرض ہے تو اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی بھی واجب ہے، اور ایسے شخص کے لیے زکٰوۃ لینا بھی جائز نہیں۔
- جس شخص کے پاس زکٰوۃ کا نصاب تو نہ ہو لیکن صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب ہو تو اس پر زکٰوۃ تو فرض نہیں البتہ اس کے ذمّے صدقۃ الفطر اور قربانی واجب ہے، اور اس کے لیے زکٰوۃ لینا جائز نہیں۔
- زکٰوۃ صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکٰوۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔ (مستفاد من کتب الفقہ)

خلاصہ یہ کہ جس شخص پر زکوۃ فرض ہے اس پر تو صدقۃ الفطر واجب ہے ہی لیکن جس شخص کے پاس زکوۃ کا نصاب تو نہ ہو البتہ صدقۃ الفطر اور قربانی کا نصاب موجود ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

صدقۃ الفطر کا تفصیلی نصاب:

بنیادی طور پر صدقۃ الفطر پانچ چیزوں پر واجب ہوتا ہے:

- سونا۔
- چاندی۔
- سامانِ تجارت۔
- رقم۔
- ضرورت سے زائد سامان۔

ان پانچ چیزوں کو سامنے رکھتے ہوئے درج ذیل صورتوں میں صدقۃ الفطر واجب ہوتا ہے:

1: جس شخص کے پاس صرف سونا ہو، مذکورہ بالا باقی چار چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ (یعنی 87.84 گرام) سونا ہے، جو سونا اس سے کم ہو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں۔

2: جس شخص کے پاس ان پانچ چیزوں میں سے صرف چاندی، یا صرف سامانِ تجارت، یا صرف رقم ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے ہر ایک کا نصاب ساڑھے باون تولہ (یعنی 612.36 گرام) چاندی ہے۔ جو چاندی ساڑھے باون تولے سے کم ہو، اسی طرح جو سامانِ تجارت یا رقم ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت سے کم ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں۔

3: جس شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد سامان ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔

4: جس شخص کے پاس ساڑھے سات تولہ سے کم سونا ہو، لیکن ساتھ ساتھ اس کے پاس کچھ چاندی یا کچھ سامانِ تجارت یا کچھ رقم بھی ہو تو اس صورت میں اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو ان پر صدقۃ الفطر واجب ہے، ورنہ نہیں۔

5: کسی شخص کے پاس یہ پانچوں چیزیں (یعنی سونا، چاندی، سامانِ تجارت، رقم اور ضرورت سے زائد سامان) ہوں یا ان میں سے بعض ہوں لیکن ان میں سے کوئی چیز بھی اپنے نصاب تک نہیں پہنچتی ہو تو اس صورت میں ان کو ملا کر ان کی مجموعی قیمت کا حساب لگایا جائے گا، اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی قیمت تک پہنچتی ہے تو اس شخص پر صدقۃ الفطر واجب ہے، ورنہ نہیں۔

6: جس شخص کے پاس کچھ سونا یا کچھ رقم ہو اور ساتھ میں ضرورت سے زائد سامان بھی ہو اور ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے۔

(جواہر الفقہ، نوادر الفقہ، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

صدقۃ الفطر کے نصاب سے متعلق اہم وضاحتیں

مالِ تجارت سے متعلق وضاحت:

1: سامانِ تجارت سے مراد وہ مال ہے جو تجارت ہی کی حتمی نیت سے خریدا گیا ہو، لیکن اگر وہ مال ایسا ہے کہ خریدتے وقت تجارت کی نیت نہیں تھی بلکہ بعد میں نیت بنی، یا اپنے پاس پہلے سے موجود کسی مال کو فروخت کرنے کا ارادہ ہوا، یا کسی چیز کو خریدتے وقت تجارت کی نیت تو نہ تھی لیکن یہ نیت تھی کہ اگر اچھا نفع مل رہا ہو تو فروخت کر دیں گے؛ تو ان سب صورتوں میں یہ مال سامانِ تجارت میں شامل نہیں ہوگا، اس لیے اس کو سامانِ تجارت کے طور پر صدقۃ الفطر کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

2: صدقۃ الفطر کے نصاب کے لیے سامانِ تجارت کا حساب لگاتے وقت قیمتِ فروخت کا اعتبار ہوگا، نہ کہ قیمتِ خرید کا۔ دُکان وغیرہ میں موجود کل سامانِ تجارت کا قیمتِ فروخت کے اعتبار سے حساب لگائیں گے، البتہ اگر کل سامانِ تجارت میں سے ہر ایک کا الگ الگ حساب لگانا مشکل ہو تو اس صورت میں یوں بھی حساب لگانا درست ہے کہ وہ تمام مالِ تجارت اگر آج فروخت کرنا چاہیں تو جتنی رقم میں وہ فروخت ہو سکتا ہو اسی کو سامنے رکھتے ہوئے صدقۃ الفطر کے نصاب کا حساب لگا لیا جائے۔

(ردالمحتار، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

سونے چاندی سے متعلق وضاحت:

سونا، چاندی چاہے زیورات کی شکل میں ہوں یا کسی اور صورت میں، اسی طرح سونا اور چاندی کے زیورات چاہے استعمال کے لیے ہوں یا ویسے ہی رکھے رہتے ہوں؛ بہر صورت ان کو صدقۃ الفطر کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔ (شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

رقم سے متعلق وضاحت:

1: رقم ان اموال میں سے ہے جن پر صدقۃ الفطر کا حکم لاگو ہوتا ہے، البتہ اس سے متعلق یہ وضاحت ضروری ہے کہ رقم پر صدقۃ الفطر کا حکم لاگو ہونے کے لیے اس کا ضرورت سے زائد ہونا ضروری نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ رقم پر صدقۃ الفطر اس وقت لاگو ہوتا ہے جب وہ ضرورت سے زائد ہو، لیکن اگر وہ ضرورت سے زائد نہ ہو تو اس پر صدقۃ الفطر کا حکم لاگو نہیں ہوگا، یہ بات راجح نہیں ہے، بلکہ راجح قول یہی ہے کہ رقم بہر صورت صدقۃ الفطر کے نصاب میں شمار کی جائے گی، چاہے وہ آئندہ پیش آنے والے کسی بھی مقصد کے لیے رکھی گئی ہو، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جو رقم شادی بیاہ کے لیے، حج وعمرہ کرنے یا گھر بنانے یا گاڑی وغیرہ خریدنے کے لیے یا گھر کے اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو صدقۃ الفطر کے نصاب میں اس کا بھی حساب لگایا جائے گا۔

مثال: اس وضاحت سے یہ مسئلہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اگر کسی خاتون کے پاس دو تولہ سونا ہو اور ساتھ میں اس کے پاس کچھ رقم بھی ہو بھلے وہ رقم ذاتی اخراجات کے لیے رکھی گئی ہو تو اس رقم کو اس دو تولے سونے کے ساتھ ملا کر اگر ان کی مجموعی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی تک پہنچتی ہے تو اس پر بھی صدقۃ الفطر لازم ہوگا۔ (ذوالحجہ اور قربانی کے فضائل واحکام، فتاویٰ عثمانی، نوادر الفقہ)

2: کسی شخص کی ملکیت میں جتنی بھی رقم ہو چاہے اپنے پاس موجود ہو، یا بینک اکاؤنٹ میں ہو، یا کسی کے پاس

امانت رکھوائی ہو، یا کسی اور کو قرضہ دی ہو، یا جہاں کہیں بھی ہو؛ سب کو صدقۃ الفطر کے نصاب میں شمار کیا جائے گا۔(شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

ضرورت سے زائد سامان سے متعلق وضاحت:

جو چیزیں ضرورت اور استعمال کی ہیں ان کو صدقۃ الفطر کے نصاب میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

ضرورت کی چیزیں:

رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے اور جوتے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی گاڑی، گھریلو ضرورت میں استعمال ہونے والی چیزیں جیسے سلائی اور دھلائی کی مشینیں، پنکھا، فرنیچر، فریج، اسی طرح صنعت و حرفت یعنی پیشے، تجارت اور مزدوری کے آلات واوزار جیسے درزی کی سلائی مشینیں، فیکٹری کی مشینیں وغیرہ؛ سب ضرورت کی چیزیں ہیں، اس لیے صدقۃ الفطر کے نصاب میں ان کو شمار نہیں کیا جائے گا۔(رد المحتار، المحیط البرہانی، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

لیکن جو چیزیں ضرورت سے زائد ہیں تو ان کو نصاب میں شمار کیا جائے گا۔

ضرورت سے زائد چیزیں:

ضرورت سے زائد سامان میں درج ذیل چیزیں شامل ہیں:

1: وہ اشیا جو کسی بھی طرح استعمال میں نہ آتی ہوں جیسے محض زیب وزینت کے لیے رکھے گئے برتن وغیرہ۔

2: وہ چیزیں جو پرانی یا خراب ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں پڑی رہتی ہوں اور قیمت بھی رکھتی ہوں جیسے فالتو مشینیں، بے کار سامان اور فرنیچر وغیرہ؛ یہ سب چیزیں ضرورت سے زائد ہیں۔
(رد المحتار، المحیط البرہانی، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

3: اگر کسی کے پاس اپنے گھر کے علاوہ کوئی خالی پلاٹ یا ضرورت سے زیادہ گاڑی ہو تو اسے بھی ضرورت سے زائد سامان میں شمار کیا جائے گا۔(شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از مفتی رضوان صاحب، رد المحتار، جواہر الفقہ)

4: کسی نے اپنا ایک گھر کرایے پر دے رکھا ہو تو اگر اس کا کرایہ گھر کی ضروریات میں استعمال ہوتا ہو تو وہ ضرورت سے زائد نہیں، لیکن اگر وہ کرایہ گھر کی ضرورت سے زائد ہو تو وہ گھر ضرورت سے زائد چیزوں میں شمار ہوگا۔(بہشتی زیور، زکوٰۃ کے فضائل واحکام از مفتی رضوان صاحب)

نصاب میں قرض اور واجب الاداءرُ قوم سے متعلق احکام:

1۔ کسی شخص کے ذمّے کسی دوسرے کا قرضہ ہو یا کرایہ، بِل، اسکول وغیرہ کی فیسیں، ادھار پر خریدی ہوئی چیز کی قسطیں یا ان جیسی دیگر واجب الادا رقوم ہوں اور صدقۃ الفطر لازم ہوتے وقت ان کی ادائیگی کی تاریخ آچکی ہو تو صدقۃ الفطر کے نصاب کا حساب لگاتے وقت ان تمام واجب الادا رقوم کو نکالنے کے بعد نصاب کا اعتبار ہوگا کہ یہ تمام رقوم نکال دینے کے بعد بھی اگر وہ مال نصاب کو پہنچتا ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب ہے، ورنہ نہیں۔

2۔ جس شخص نے کسی دوسرے کو قرضہ دیا ہو اور اس کے ملنے کی امید بھی ہو اگرچہ تاخیر سے ہی سہی تو صدقۃ الفطر کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو بھی شمار کیا جائے گا۔

3۔ کسی نے کمیٹی یعنی بی سی ڈالی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ اگر وہ شخص کمیٹی لے چکا ہو تو اس صورت میں جتنی قسطیں دینی باقی ہوں وہ اس پر قرضہ ہیں، صدقۃ الفطر کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس قرضے کو نکال کے حساب لگایا جائے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر کمیٹی نہیں لی ہو تو جتنی قسطیں جمع کرا چکا ہو وہ تمام رقم اس کا قرضہ ہے، صدقۃ الفطر کے نصاب کا حساب لگاتے وقت اس کو بھی نصاب میں شمار کیا جائے گا۔(الدر المختار مع رد المحتار، البحر الرائق، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام از حضرت مفتی رضوان صاحب)

صدقۃ الفطر کب واجب ہوتا ہے؟

صدقۃ الفطر عید الفطر کے دن صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، اس لیے صدقۃ الفطر واجب

ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ شخص عید الفطر کی صبح صادق کے وقت نصاب کا مالک ہو، یہی وجہ ہے کہ جو شخص عید الفطر کی صبح صادق کے وقت نصاب کا مالک نہ ہو تو اس پر صدقۃ الفطر واجب نہیں۔
(رد المحتار، بدائع الصنائع)

صدقۃ الفطر کن افراد کی طرف سے دینا واجب ہے؟

1: جو شخص صاحبِ نصاب ہو اس پر اپنا صدقۃ الفطر بھی واجب ہے اور اپنی نابالغ اولاد کا صدقۃ الفطر بھی واجب ہے، اس کے علاوہ اس کے ذمّے اپنی بیوی، بالغ اولاد اور والدین کا صدقۃ الفطر لازم نہیں، بلکہ اگر یہ حضرات خود صاحبِ نصاب ہیں تو ان کا صدقۃ الفطر انہی کے ذمّے واجب ہے، اور اگر صاحبِ نصاب نہیں ہیں تو ان کا صدقۃ الفطر کسی کے ذمّے واجب نہیں۔
(عالمگیری، المحیط البرہانی، عمدۃ القاری، مبسوط السرخسی، امداد الفتاویٰ)

2: نابالغ بچہ یا بچی اگر خود صاحبِ نصاب ہے تو ان کے ذمّے صدقۃ الفطر واجب ہے، یہ صدقۃ الفطر ان کے مال سے ادا کیا جائے گا، البتہ اگر سرپرست یا کوئی اور اپنے مال سے ان کا صدقۃ الفطر ادا کردے تب بھی جائز ہے۔(سنن النسائی حدیث: 2504، رد المحتار، تحفۃ الفقہاء)

3: عید الفطر کے دن صبح صادق سے پہلے صاحبِ نصاب شخص کے یہاں جو بچہ پیدا ہو جائے تو اس کی طرف سے بھی صدقۃ الفطر دینا واجب ہے، اور جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے صدقۃ الفطر دینا واجب نہیں۔(العالمگیریہ، بدائع الصنائع)

4: جو شخص صاحبِ نصاب نہ ہو اور وہ پھر بھی صدقۃ الفطر دینا چاہے تو یہ بھی جائز بلکہ بڑی فضیلت کی بات ہے۔(شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام، مبسوط السرخسی)

5: صدقۃ الفطر کے نصاب میں بھی ہر ایک کی ملکیت کا الگ الگ اعتبار ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ میاں بیوی، والدین اولاد، بہن بھائی میں سے جو جو صاحبِ نصاب ہے تو اسی کے ذمّے صدقۃ الفطر واجب ہے، اور جو صاحبِ نصاب نہیں تو اس کے ذمے صدقۃ الفطر واجب نہیں، اسی طرح ایک شخص کا صدقۃ الفطر دوسرے

شخص کے ذمے لازم نہیں، البتہ اگر والد اپنی بالغ اولاد کی طرف سے یا شوہر اپنی بیوی کی طرف سے یا کوئی اور شخص کسی دوسرے شخص کی طرف سے اس کی اجازت سے صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے۔(شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام)

صدقۃ الفطر کن کن چیزوں سے کتنا ادا کیا جائے گا؟

صدقۃ الفطر چار قسم کی چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے ادا کرنا جائز ہے، اور وہ چار چیزیں یہ ہیں:

- ایک صاع کشمش۔ (سنن النسائی حدیث: 2515، رد المحتار)

سنن النسائی میں ہے:

٢٥١٥ - أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ: حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَائِدَةَ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ أَبِي رَوَّادٍ عَنْ نَافِعٍ عَن ابْنِ عُمَرَ قَالَ: كَانَ النَّاسُ يُخْرِجُونَ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ فِي عَهْدِ النَّبِيِّ ﷺ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ سُلْتٍ أَوْ زَبِيبٍ.

- ایک صاع کھجور۔ (صحیح البخاری حدیث: 1504، رد المحتار)
- ایک صاع جو۔ (صحیح البخاری حدیث: 1504، رد المحتار)

صحیح بخاری میں ہے:

١٥٠٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يُوسُفَ: أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ فَرَضَ زَكَاةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى مِنْ الْمُسْلِمِينَ.

(بَابُ صَدَقَةِ الْفِطْرِ عَلَى الْعَبْدِ وَغَيْرِهِ مِن الْمُسْلِمِينَ)

- آدھا صاع گندم/گیہوں۔ (رد المحتار)

سنن النسائی میں ہے:

٢٥١٦ - أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ: حَدَّثَنَا يَحْيَى قَالَ: حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ:

حَدَّثَنَا عِيَاضٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ: كُنَّا نُخْرِجُ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ أَقِطٍ، فَلَمْ نَزَلْ كَذَلِكَ حَتَّى كَانَ فِي عَهْدِ مُعَاوِيَةَ قَالَ: مَا أَرَى مُدَّيْنِ مِنْ سَمْرَاءِ الشَّامِ إِلَّا تَعْدِلُ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ.

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٠٤٣٥- حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ يُوسُفَ وَيَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، عَنْ حُمَيْدٍ، عَنِ الْحَسَنِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ صَدَقَةَ الْفِطْرِ عَلَى كُلِّ حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، صَغِيرٍ أَوْ كَبِيرٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفَ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

١٠٤٣٦- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيُّ عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ، عَنْ عُثْمَانَ قَالَ: صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

١٠٤٣٧- حَدَّثَنَا حَفْصٌ عَنْ عَاصِمٍ، عَنْ أَبِي قِلاَبَةَ قَالَ: أَخْبَرَنِي مَنْ أَدَّى إِلَى أَبِي بَكْرٍ صَدَقَةَ الْفِطْرِ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ.

١٠٤٣٨- حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ، عَنِ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ يَرْفَعُهُ أَنَّهُ سُئِلَ عَنْ صَدَقَةِ الْفِطْرِ؟ فَقَالُ: عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْمَمْلُوكِ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

١٠٤٣٩- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: صَدَقَةُ الْفِطْرِ عَنِ الصَّغِيرِ وَالْكَبِيرِ، وَالْحُرِّ وَالْعَبْدِ عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ.

١٠٤٤٠- حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ: عَنْ كُلِّ إِنْسَانٍ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ، وَمَنْ خَالَفَ الْقَمْحَ مِنْ تَمْرٍ أَوْ زَبِيبٍ أَوْ أَقِطٍ أَوْ شَعِيرٍ أَوْ غَيْرِهِ فَصَاعٌ تَامٌّ.

١٠٤٤٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، عَن عَلْقَمَةَ وَالأَسْوَدِ، عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

١٠٤٤٤- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنِ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ مِثْلَهُ.

١٠٤٤٥- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَبْدِ الْكَرِيمِ، عَنِ ابْنِ طَاوُوس، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: نِصْفُ صَاعٍ مِنْ قَمْحٍ ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.

١٠٤٤٦- حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ عَنْ بُرْدٍ، عَنْ مَكْحُولٍ: أَنَّهُ قَالَ: صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ.

١٠٤٤٧- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَطَاءٍ قَالَ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

١٠٤٤٨- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ، عَنْ عَمْرٍو : أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ الزُّبَيْرِ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَقُولُ: مُدَّانِ مِنْ قَمْحٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ أَوْ تَمْرٍ.

١٠٤٥٠- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ عَبْدِ الأَعْلَى، عَنْ أَبِي عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ عَلِيٍّ: فِي صَدَقَةِ الْفِطْرِ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ صَاعٌ مِنْ شَعِيرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ.

١٠٤٥٢- حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامٍ، عَنْ فَاطِمَةَ، عَنْ أَسْمَاءَ: أَنَّهَا كَانَتْ تُعْطِي زَكَاةَ الْفِطْرِ عَمَّنْ تَمُونُ مِنْ أَهْلِهَا الشَّاهِدِ وَالْغَائِبِ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ، أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ أَوْ شَعِيرٍ.

١٠٤٥٣- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنِ عَوْفٍ قَالَ: سَمِعْتُ كِتَابَ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ إِلَى عَدِيٍّ يُقْرَأُ بِالْبَصْرَةِ فِي صَدَقَةِ رَمَضَانَ: عَلَى كُلِّ صَغِيرٍ أَوَ كَبِيرٍ، حُرٍّ أَوْ عَبْدٍ، ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى نِصْفُ صَاعٍ مِنْ بُرٍّ أَوْ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ.

١٠٤٥٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيم بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: الصَّدَقَةُ صَاعٌ مِنْ تَمْرٍ، أَوْ نِصْفُ صَاعٍ مِنْ طَعَامٍ.

مسئلہ:

اگر کوئی شخص انہی چار چیزوں میں سے کوئی چیز دینا چاہے تب بھی جائز ہے، اور ان میں سے کسی ایک چیز

کی قیمت ادا کرنا چاہے تب بھی جائز ہے، اور اگر ان چار چیزوں کے علاوہ کسی اور چیز جیسے چاول، کپڑے وغیرہ کے ذریعے صدقۃ الفطر ادا کرنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے البتہ ایسی صورت میں قیمت کا اعتبار ہوگا کہ ان میں سے کسی ایک چیز کی قیمت کے برابر وہ چیز صدقۃ الفطر میں ادا کردے۔ ویسے تو ان چار چیزوں میں سے کسی بھی ایک چیز کے ذریعے صدقۃ الفطر ادا کیا جائے تو بھی جائز ہے، البتہ بہتر یہ ہے کہ ہر شخص اپنی حیثیت اور استطاعت کے مطابق ان چار چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا انتخاب کرے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ حدیث: 10470، مبسوط السرخسی، رد المحتار، امداد الاحکام)

صاع اور نصف صاع کا موجودہ وزن:

صاع: یہاں صاع سے مراد صاعِ عراقی ہے، جو کہ 8 رِطل کا ہوتا ہے، ایک رطل موجودہ وزن کے اعتبار سے 398.034 گرام کا ہوتا ہے، تو اس کو 8 سے ضرب دینے سے 3.184272 کلو گرام حاصل ہوگا اور یہی ایک صاع کا موجودہ وزن ہے۔ سیر کے اعتبار سے اس کو ساڑھے تین سیر قرار دیا جاتا ہے۔

آدھا صاع: مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق نصف صاع کا موجودہ وزن 1.592136 ہے، جس کو پونے دو سیر بھی قرار دیا جاتا ہے۔ (تفصیل: اوزانِ شرعیہ از حضرت مفتی اعظم پاکستان مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ)

نوٹ: صدقۃ الفطر کی ادائیگی کے وقت اپنے علاقے اور شہر کے اعتبار سے مذکورہ بالا چیزوں کی قیمت معلوم کر لینی چاہیے، اور اگر اس حوالے سے مستند دینی اداروں اور اہلِ علم سے راہنمائی حاصل کی جائے تو زیادہ مناسب ہے۔

صدقۃ الفطر کب دیا جاسکتا ہے؟

1: صدقۃ الفطر در حقیقت عید الفطر کی صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص رمضان ہی میں ادا کرلے تب بھی جائز ہے۔ (سنن ابی داود رقم: 1611، رد المحتار، شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام)

2: سنت طریقہ یہی ہے کہ عید الفطر کی نماز سے پہلے پہلے صدقۃ الفطر ادا کرلیا جائے، لیکن اگر کسی شخص نے

عید الفطر سے پہلے ادا نہیں کیا تو عید الفطر کے بعد بھی اس کا ادا کرنا ضروری ہے۔ (ردالمحتار)

مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے:

١٠٤٢٤- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحِيمِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَجَّاجٍ، عَنْ عَطَاءٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: إِنَّ السُّنَّةِ أَنْ يُخْرِجَ صَدَقَةَ الْفِطْرِ قَبْلَ الصَّلاَةِ.

سنن ابی داود میں ہے:

١٦١١ - عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: فَرَضَ رَسُولُ اللهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ؛ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ، وَطُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ، مَنْ أَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلاَةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُولَةٌ، وَمَنْ أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلاَةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ. (باب زَكَاةِ الْفِطْرِ)

صدقۃ الفطر کس کو دینا جائز ہے؟

جس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز ہے صرف اسی کو صدقۃ الفطر دینا جائز ہے، بالفاظِ دیگر اسے یوں بھی بیان کیا جا سکتا ہے کہ صدقۃ الفطر صرف اسی شخص کو دینا جائز ہے جس کے پاس زکوٰۃ کا نصاب بھی نہ ہو اور صدقۃ الفطر کا نصاب بھی نہ ہو۔ (شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام، ردالمحتار)

صدقۃ الفطر کی ادائیگی میں نیت کی شرط:

صدقۃ الفطر ادا کرنے کے لیے نیت ضروری ہے کہ دل میں یہ نیت ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صدقۃ الفطر ادا کرتا ہوں۔ اگر کسی نے ہدیہ، تحفہ یا عیدی کہہ کر صدقۃ الفطر ادا کیا لیکن دل میں صدقۃ الفطر ہی کی نیت تھی تب بھی صدقۃ الفطر ادا ہو جائے گا۔ (شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام، ردالمحتار)

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی

نظرثانی واضافہ شدہ دوم ایڈیشن: رمضان 1439ھ / مئی 2018ء

اعتکاف کے بنیادی مسائل، اہم ہدایات اور مفید تجاویز پر مشتمل ایک مفید رسالہ

احکامِ اعتکاف

مبین الرحمٰن

فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی

متخصص جامعہ اسلامیہ طیبہ کراچی

اعتکاف کی حقیقت:

اللہ تعالیٰ کا قُرب اور ثواب حاصل کرنے کے لیے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام مفتی محمد رضوان صاحب)

اعتکاف کی اقسام:

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں: واجب، سنت اور نفل۔

واجب اعتکاف

جب اعتکاف کی نذر اور منت مانی جائے تو اس کو واجب اعتکاف کہتے ہیں، جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ اگر میرا فلاں کام ہو گیا تو میں اتنے دن کا اعتکاف کروں گا۔

(احکامِ اعتکاف، ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ، اعتکاف کے فضائل واحکام)

نوٹ: واجب اعتکاف کا رواج چونکہ بہت ہی کم ہے اس لیے اس سے متعلق مزید تفصیل کے لیے اہلِ علم سے رابطہ فرمائیں۔

نفل اعتکاف اور اس کے احکام

1: اللہ تعالیٰ کا قرب اور ثواب حاصل کرنے کے لیے اعتکاف کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو نفلی اعتکاف کہتے ہیں، خواہ جتنی دیر بھی ہو۔ نفلی اعتکاف ایک مستقل عبادت ہے، اس لیے ہر مسلمان کو چاہیے کہ جب بھی مسجد جانا ہو تو نفلی اعتکاف کی نیت کر لیا کرے، جتنی دیر وہ مسجد میں ٹھہرا رہے گا اس کو اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا، البتہ مسجد سے نکلنے کے ساتھ ہی یہ اعتکاف ختم ہو جائے گا۔

(رد المحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف از مفتی عبد الرؤف سکھروی صاحب، فتاویٰ محمودیہ، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

2: نفلی اعتکاف کے لیے کوئی وقت یا مدّت مقرر نہیں، بلکہ دن میں ہو، رات میں ہو، جب بھی چاہے اور جتنی دیر بھی چاہے یہ اعتکاف کیا جاسکتا ہے، اسی طرح اس کے لیے روزہ بھی ضروری نہیں اور اس اعتکاف میں سنت اعتکاف کی طرح پابندیاں بھی لاگو نہیں ہوتیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف)

3: یوں تو عام دنوں میں بھی نفلی اعتکاف کی بڑی فضیلت ہے لیکن رمضان المبارک میں اس کا ثواب مزید بڑھ جاتا ہے، اس لیے اس مبارک مہینے میں اس کا خصوصی اہتمام ہونا چاہیے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

سنت اعتکاف اور اس کے احکام

سنت اعتکاف کی حقیقت:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کو سنت اعتکاف کہا جاتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار، مسائل اعتکاف)

رمضان المبارک کے آخری عشرے کے اعتکاف کی شرعی حیثیت:

رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف سنتِ مؤکدہ ہے، البتہ حضراتِ فقہاء کرام نے اس کو سنت علی الکفایہ قرار دیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ویسے تو ہر ایک کو چاہیے کہ وہ اس فضیلت اور ثواب کے کام کو سرانجام دے لیکن اگر کسی مسجد میں کوئی ایک شخص بھی اعتکاف کرلے تو سب کی جانب سے سنت ادا ہو جاتی ہے، لیکن اگر کوئی بھی شخص اعتکاف کے لیے نہ بیٹھے تو سب پر سنت چھوڑنے کا وبال ہوگا۔ اس لیے مساجد کی انتظامیہ اور اہلِ محلہ اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ مسجد میں کوئی نہ کوئی اعتکاف کرنے والا ضرور ہونا چاہیے۔

(صحیح البخاری رقم: 2026 مع اعلاء السنن، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

رمضان کا سنت اعتکاف کتنے دن کا ہوتا ہے؟

رمضان کا سنت اعتکاف پورے آخری عشرے کا ہوتا ہے، اس لیے جو حضرات عشرے سے کم کے اعتکاف کے لیے بیٹھنا چاہیں تو ان کا اعتکاف نفلی کہلاتا ہے اور اس پر نفلی اعتکاف ہی کے احکام جاری ہوتے ہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

نوٹ: جو لوگ کسی وجہ سے پورے عشرے کا اعتکاف نہیں کر سکتے تو ان کو جتنے دن کا موقع مل رہا ہو تو وہ اتنے ہی دن نفلی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائیں، کیوں کہ اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ اسی طرح وہ حضرات جو دن کو کام کاج کی وجہ سے اعتکاف میں نہیں بیٹھ سکتے تو وہ رات کو ہی نفلی اعتکاف کر لیا کریں، اسی طرح چھٹی کے دنوں میں بھی اس نفلی اعتکاف کی فضیلت حاصل کی جاسکتی ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

کون اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتا ہے؟

1: ہر وہ مسلمان جو عاقل ہو وہ اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتا ہے، چاہے مرد ہو یا عورت۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مراقی الفلاح، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف)

2: اعتکاف میں بیٹھنے کے لیے بالغ ہونا شرط نہیں ہے، اس لیے نابالغ لڑکا اگر سمجھ دار ہو تو وہ بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مراقی الفلاح، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاوی محمودیہ)

سنت اعتکاف کب شروع ہوتا ہے اور کب ختم ہوتا ہے؟

1: رمضان المبارک کے آخری عشرے کا اعتکاف 21 رمضان کی رات سے شروع ہوتا ہے، اور جب عید کا چاند نظر آجائے تو یہ اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: اعتکاف کے لیے بیٹھنے کا طریقہ یہ ہے کہ 20 رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے اعتکاف کی نیت سے مسجد آجائے تاکہ جب سورج غروب ہونے لگے تو یہ اعتکاف کی حالت میں ہو، اور جب عید کا چاند نظر

آجائے تو یہ اعتکاف ختم ہو جاتا ہے، اس کے بعد مسجد سے نکل سکتا ہے۔ یاد رہے کہ جو شخص 20 رمضان کو سورج غروب ہونے سے پہلے اعتکاف کے لیے نہیں بیٹھا بلکہ سورج غروب ہو جانے کے بعد بیٹھا تو اس کا اعتکاف سنت نہیں کہلائے گا، اب اگر اس کے باوجود بھی وہ بیٹھنا چاہے تو اس کا اعتکاف نفلی شمار ہوگا اور اس پر نفلی اعتکاف ہی کے احکام جاری ہوں گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ رقم: 9741، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکام اعتکاف، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

اعتکاف کے لیے نیت کے احکام:

1: اعتکاف کے لیے نیت کا ہونا ضروری ہے کہ دل میں نیت کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے رمضان کے آخری عشرے کا مسنون اعتکاف کرتا ہوں۔ دل میں نیت کافی ہے، البتہ زبان سے بھی یہ الفاظ ادا کرنا درست ہے لیکن ضروری نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

2: سنت اعتکاف کی یہ نیت 20 رمضان کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے کرنی ضروری ہے، اس لیے جس شخص نے مسجد آنے کے بعد بھی نیت نہیں کی حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا تو اب اس کے بعد اس کی نیت کا کوئی اعتبار نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائلِ اعتکاف)

اعتکاف کون سی جگہ درست ہے؟

1: اعتکاف صحیح ہونے کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد ہی میں ہو، یہی وجہ ہے کہ مسجد کے علاوہ کسی اور جگہ اعتکاف کرنا درست نہیں۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکام اعتکاف، امداد الاحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: اعتکاف کے لیے سب سے افضل جگہ مسجد حرام ہے، پھر مسجد نبوی، پھر مسجد اقصیٰ، پھر اس کے بعد کسی بھی جامع مسجد میں اعتکاف کرنا افضل ہے، اور جامع مسجد میں اعتکاف کے افضل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جمعہ کی نماز کے لیے باہر جانا نہیں پڑتا۔ ویسے تو اعتکاف ہر اس مسجد میں بھی جائز ہے جس میں صرف پنج وقتہ نماز ادا کی

جاتی ہو اور جمعہ نہ ہوتا ہو، البتہ جس مسجد میں پنج وقتہ نماز ادا نہیں کی جاتی وہاں اعتکاف جائز تو ہے لیکن افضل نہیں، البتہ اگر کسی کو جامع مسجد اور پنج وقتہ نماز والی مسجد میسر نہ ہو تو وہ ایسی مسجد ہی میں اعتکاف کو غنیمت جانے۔

(سنن ابی داؤد رقم:2475، مصنف عبد الرزاق رقم:8009، احکام اعتکاف، رد المحتار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

مسجد کی شرعی حدود اور ان سے واقفیت حاصل کرنے کی ضرورت

1: اعتکاف چونکہ مسجد میں ہوا کرتا ہے اس لیے معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسجد کی شرعی حدود سے واقفیت حاصل کرے، کیوں کہ اس سلسلے میں ذرا سی بھی کوتاہی اعتکاف کو فاسد کرسکتی ہے، اس لیے اعتکاف شروع کرنے سے پہلے مسجد کی انتظامیہ یا بانی سے مسجد کی شرعی حدود معلوم کرلینی چاہیے کہ کون کون سی جگہیں عینِ مسجد میں داخل ہیں اور کون کون سی جگہیں داخل نہیں۔

اہم گزارش: مساجد کی انتظامیہ کو چاہیے کہ وہ اعتکاف سے قبل ہی مسجد کی شرعی حدود کی تعیین اور نشاندہی کرلیں تاکہ اس معاملے میں معتکفین کے لیے سہولت رہے۔

2: ویسے تو مسجد اس پورے احاطے کو کہا جاتا ہے جو مسجد کے لیے وقف ہوتا ہے لیکن اعتکاف کا تعلق صرف عینِ مسجد ہی کے ساتھ ہے۔ عینِ مسجد سے مراد وہ تمام جگہ ہے جس کو مسجد کے بانی نے خاص مسجد قرار دی ہو، جو نماز کے لیے مخصوص ہو، جس میں چپل پہن کر نہ چلا جاتا ہو اور جہاں جُنبی شخص کا داخلہ جائز نہ ہو؛ اعتکاف صرف اسی جگہ جائز ہے۔ مسجد کی ان حدود کے علاوہ جو جگہ مسجد کے احاطے میں تو ہو لیکن عینِ مسجد میں شامل نہ ہو تو وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا، جیسے وضو خانہ، غسل خانہ، مسجد کا گودام، امام اور مؤذن کا کمرہ، جنازہ گاہ وغیرہ؛ یہ جگہیں عموماً عینِ مسجد سے خارج ہوا کرتی ہیں، البتہ ان میں سے اگر کسی جگہ سے متعلق مسجد کے بانی نے صراحت کی ہو کہ یہ جگہ عینِ مسجد میں شامل ہے تو اس صورت میں وہاں جانے سے اعتکاف پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

3: درجہ ذیل جگہیں عموماً مسجد میں داخل ہوا کرتی ہیں:

(الف) مسجد کا محراب، اندرونی ہال، برآمدہ، صحن اور چھت، اسی طرح ہر وہ جگہ جس کو مسجد کے بانی نے عینِ مسجد قرار دی ہو تو وہ بھی مسجد ہی کا حصہ شمار ہو گی، معتکف کے لیے وہاں جانا جائز ہے، البتہ اگر ان میں سے کسی جگہ کو مسجد کے بانی نے عینِ مسجد سے خارج رکھا ہو تو ایسی صورت میں وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(ب) مسجد کی چھت چونکہ مسجد ہی کا حکم رکھتی ہے اس لیے اعتکاف کی حالت میں وہاں جانا جائز ہے، البتہ اگر چھت پر جانے کے لیے راستہ عینِ مسجد سے باہر بنایا گیا ہو تو اس کے ذریعے چھت پر جانا جائز نہیں۔ یہی حکم اس مسجد کا بھی ہے جو کئی منزلہ ہو کہ اگر اوپر جانے کا راستہ مسجد کی شرعی حدود کے اندر رہی ہو تو اوپر کی منزلوں میں جانا جائز ہے، اور اگر راستہ مسجد سے باہر ہو تو ایسی صورت میں وہاں جانے سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(ج) معتکف کے لیے پوری مسجد اعتکاف کی جگہ ہے، اس لیے عینِ مسجد میں جس جگہ وہ جانا چاہے جا سکتا ہے، جس جگہ بھی اعتکاف کے لیے بیٹھنا چاہے بیٹھ سکتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، مسائلِ اعتکاف، ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ)

معتکف کے لیے چادریں لگانے کا حکم:

1: معتکف اعتکاف کے لیے جس جگہ بیٹھنا چاہے وہاں اپنے ارد گرد چادریں لگا سکتا ہے، لیکن اگر کوئی چادر لگائے بغیر ہی اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تب بھی کوئی حرج نہیں۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف)

2: معتکف نے اپنے لیے جو جگہ مخصوص کی ہو تو اگر وہ اس سے ہٹ کر مسجد کی شرعی حدود میں کسی اور جگہ آرام کرنا چاہے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، فتاویٰ محمودیہ)

سنت اعتکاف کے لیے روزے کی شرط:

سنت اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، روزے کے بغیر اعتکاف درست نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اگر اعتکاف کے دوران معتکف نے کسی بھی وجہ سے روزہ نہیں رکھا یا اس کا روزہ کسی بھی وجہ سے ٹوٹ گیا تو اس کا اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔

(سنن ابی داؤد رقم: 2475، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدرالمختار، آپ کے مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ عثمانی)

کن چیزوں سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور کن چیزوں سے نہیں ٹوٹتا؟

1: معتکف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اعتکاف کے ایام میں مسجد کی شرعی حدود ہی میں رہے، کسی شرعی عذر کے بغیر مسجد سے نہ نکلے۔ معتکف اگر کسی عذر کے بغیر مسجد سے نکل جائے چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر اعتکاف بھول کر یا غلطی سے ٹوٹ جائے تو اس کا گناہ نہیں ہوتا۔

(سنن ابی داؤد رقم: 2475، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدرالمختار، مسائلِ اعتکاف)

2: مسجد سے نکلنا اس وقت کہلائے گا جب دونوں پاؤں مسجد سے اس طرح باہر نکل جائیں کہ اسے عرف میں مسجد سے نکلنا کہا جاسکے۔ اس لیے معتکف مسجد میں رہتے ہوئے صرف سر، یا ہاتھ، یا ایک پاؤں، یا بیٹھ کر یا لیٹ کر صرف دونوں پاؤں باہر نکال دے تو اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا۔

(صحیح البخاری رقم: 2028، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

3: معتکف قضائے حاجت اور پیشاب کے لیے مسجد سے باہر جاسکتا ہے، لیکن اگر فراغت کے بعد تھوڑی دیر بھی وہاں ٹھہر گیا تو اس کا اعتکاف ٹوٹ جائے گا، البتہ اگر وضو کرنا چاہے تو وضو کے لیے ٹھہر سکتا ہے، لیکن فراغت کے بعد فوراً مسجد لوٹ آنا ضروری ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدرالمختار، مراقی الفلاح، مسائلِ اعتکاف)

4: معتکف اگر قضائے حاجت کے لیے نکلے اور وہاں جا کر معلوم ہو کہ بیت الخلا مصروف ہے تو وہ وہاں انتظار بھی کر سکتا ہے۔(احسن الفتاویٰ، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

5: معتکف کے لیے اگر کسی معقول عذر کی وجہ سے مسجد کے بیت الخلا کا استعمال سخت دشوار ہو تو وہ قضائے حاجت کے لیے گھر بھی جا سکتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، رد المحتار علی الدر المختار، فتاویٰ محمودیہ)

6: معتکف کو وضو کی ضرورت ہو اور مسجد کی شرعی حدود میں وضو کرنے کا انتظام بھی ہو تو ایسی صورت میں وضو کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں، البتہ اگر وضو کا انتظام نہ ہو تو وضو کے لیے مسجد سے باہر نکلنا جائز ہے، اسی طرح اگر وضو خانے میں رش ہو تو وہاں انتظار بھی کر سکتا ہے، البتہ وضو سے فارغ ہوتے ہی فوراً مسجد لوٹ آنا ضروری ہے۔(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ، احسن الفتاویٰ)

7: معتکف کو ہر نماز کے لیے خواہ وہ فرض ہو، واجب ہو، سنت ہو، نفل ہو، قضا نماز ادا کرنی ہو، تلاوت کرنی ہو، یا سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو؛ ان سب کے لیے جس وقت بھی چاہے وضو کرنے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز ہے اگر مسجد میں وضو کا انتظام نہ ہو۔ البتہ اگر معتکف پہلے سے باوضو ہو تو اسے دوبارہ وضو کرنے کے لیے مسجد سے نکلنا درست نہیں، لیکن اگر عینِ مسجد ہی میں وضو کا انتظام ہو تو باوضو ہوتے ہوئے بھی دوبارہ وضو کر سکتا ہے۔(اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائلِ اعتکاف، احسن الفتاویٰ)

8: ضرورت ہو تو معتکف مسجد میں ریح یعنی ہوا بھی خارج کر سکتا ہے۔

(احکامِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام، احسن الفتاویٰ)

9: معتکف کو اگر احتلام ہو جائے تو مناسب یہ ہے کہ فوراً مسجد سے نکل جائے اور غسل کر کے فوراً مسجد لوٹ آئے۔ مسجد سے نکلنے کے لیے کوئی خاص طریقہ نہیں بلکہ جیسے بھی ہو مسجد سے نکلنا درست ہے، لیکن اگر فوراً مسجد سے نکلنے کا یا غسل کرنے کا موقع نہ ہو تو تیمّم کر کے مسجد ہی میں رہے، پھر جب موقع ملے تو جا کر غسل کر کے مسجد لوٹ آئے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، رد المحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

10: اعتکاف کی حالت میں کلی کرنے، مسواک یا ٹوتھ پیسٹ کرنے اور سر دھونے کے لیے مسجد سے باہر جانا جائز نہیں، اگر ان کاموں کے لیے مسجد سے باہر چلا جائے چاہے بھول کر ہو، غلطی سے ہو یا جان بوجھ کر ہو تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ اس لیے ان کاموں کی اگر ضرورت پڑ رہی ہو تو مسجد ہی میں ان کے لیے ایسا مناسب انتظام کرلیا جائے کہ ان کے لیے مسجد سے باہر جانا بھی نہ پڑے اور پانی بھی مسجد میں نہ گرے۔ اسی طرح ہاتھ دھونے اور برتن دھونے کے لیے مسجد ہی میں مناسب انتظام کر لینا چاہیے۔

(مسائلِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل و احکام)

11: معتکف جب وضو کے لیے جائے تو وضو کے دوران، مسواک اور ٹوتھ پیسٹ بھی کر سکتا ہے، صابن بھی استعمال کر سکتا ہے، بس کوشش کرے کہ ان اضافی کاموں میں وقت زیادہ خرچ نہ ہو۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، احسن الفتاویٰ)

12: اعتکاف کی حالت میں کنگھی کرنا، ناخن اور بال کاٹنا بھی جائز ہے البتہ اس بات کا خیال رکھے کہ ناخن اور بال مسجد میں نہ گرنے پائیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

13: معتکف جب وضو یا قضائے حاجت کی ضرورت کے لیے مسجد سے نکلے تو آتے جاتے چلتے چلتے تو کسی کے ساتھ بات چیت، دعا سلام کر سکتا ہے، لیکن اگر وہ ان کاموں کے لیے تھوڑی دیر بھی ٹھہر گیا تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔ (سنن ابی داؤد رقم: 2474، اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، امداد الاحکام، فتاویٰ محمودیہ)

14: معتکف کے بدن یا جسم پر اگر کوئی نجاست لگ جائے اور مسجد میں اس کو دھونے کا کوئی انتظام نہ ہو یا مسجد میں اس کو دھونا مشکل ہو تو اس ناپاکی کو دور کرنے کے لیے مسجد سے نکل سکتا ہے۔

(مسائلِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام)

15: معتکف کو پیشاب کے بعد قطرے نکلنے کا مرض ہو جس کی وجہ سے اس کو استنجا کی ضرورت پیش آرہی ہو تو وہ استنجا کے لیے مسجد سے باہر نکل سکتا ہے۔ (مسائلِ اعتکاف، اعتکاف کے فضائل واحکام)

16: اگر کوئی اس قدر بیمار ہوا کہ اس کو روزہ توڑنے کی نوبت پیش آئی تو روزہ توڑنے سے اس کا اعتکاف بھی ٹوٹ جائے گا۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، رد المحتار علی الدر المختار)

17:اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا پینا جائز ہے،البتہ اس کے لیے مناسب انتظام ہونا چاہیے تاکہ مسجد کی صفائی بھی متاثر نہ ہو اور دوسروں کو تکلیف بھی نہ ہو۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام،احکامِ اعتکاف،ردالمحتار علی الدر المختار، مسائل اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

18:معتکف کو کھانے پینے کی حاجت ہو اور کوئی لانے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں وہ خود جاکر بھی لا سکتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام،احکامِ اعتکاف،ردالمحتار، فتاویٰ محمودیہ)

19: اعتکاف کی حالت میں صرف غسلِ جنابت کے لیے مسجد سے نکلنا جائز ہے،اس کے علاوہ جو غسل صفائی یا ٹھنڈک کے لیے ہو یا جمعہ کا مسنون غسل ہو تو اس کے لیے مسجد سے نکلنا جائز نہیں کیوں کہ اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے۔(اعتکاف کے فضائل واحکام،احکامِ اعتکاف،امداد الاحکام، فتاویٰ عثمانی)

20:اگر کوئی شخص صفائی یا ٹھنڈک کے لیے غسل کرنا چاہے تو اس کے لیے مسجد ہی میں ایسا انتظام کرلے کہ پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے، جیسے کسی ایسے ٹب یا بڑے برتن کا انتظام کرلیا جائے جس میں مناسب پردے کے ساتھ غسل کیا جاسکتا ہو۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام،احکامِ اعتکاف،ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

دوسری صورت یہ ہے کہ مسجد میں کسی مناسب جگہ عارضی غسل خانہ بنایا جائے،جو صرف غسل کے لیے ہو اور اس کا پانی مسجد کے فرش پر نہ گرے۔عارضی غسل خانہ بنانے کے لیے مستند اہل علم کی زیر نگرانی مناسب کوشش کرنی چاہیے۔

اگر مسجد میں ایسا کوئی انتظام نہ ہو سکتا ہو اور معتکف کو گرمی یا کسی اور وجہ سے نہانے کی شدید حاجت ہو رہی ہو تو ایسی شدید مجبوری میں بعض اہلِ علم نے اتنی اجازت دی ہے کہ جب قضائے حاجت کے لیے جائے تو ساتھ میں جلدی سے غسل بھی کرتا آئے، اس سے اعتکاف نہیں ٹوٹتا، البتہ کوشش یہ ہو کہ اس اجازت پر شدید مجبوری ہی میں عمل کیا جائے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، آپ کے مسائل اور ان کا حل، فتاویٰ محمودیہ، فتاویٰ دارالعلوم زکریا)

21: بہتر یہ ہے کہ اعتکاف ایسی مسجد میں کرے جہاں جمعہ کی نماز ادا کی جاتی ہو، لیکن اگر کوئی شخص ایسی مسجد میں اعتکاف کے لیے بیٹھے جہاں جمعہ نہ ہوتا ہو تو وہ جمعہ کی نماز کے لیے دوسری مسجد جا سکتا ہے۔ جمعہ کے لیے جاتے ہوئے بہتر یہ ہے کہ وہ ایسے وقت میں مسجد سے نکلے جب اس کو اندازہ ہو کہ جامع مسجد پہنچ کر چار رکعات سنت ادا کر کے اس کے بعد خطبہ شروع ہو سکے۔ جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد چاہے تو سنتیں بھی وہاں ادا کر سکتا ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

22: کوئی شخص جمعہ کے لیے کسی جامع مسجد گیا اور پھر واپس نہ آیا بلکہ وہیں اعتکاف کے لیے ٹھہر گیا تو اعتکاف تو صحیح ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مناسب نہیں۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

23: اگر کوئی مؤذن اعتکاف کے لیے بیٹھا ہو اور اذان کی جگہ مسجد کی شرعی حدود سے باہر ہو تو اذان دینے کے لیے مسجد کی شرعی حدود سے باہر نکلنا جائز ہے، مگر اذان کے بعد فوراً مسجد لوٹ آئے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص باقاعدہ مؤذن تو نہیں لیکن کسی وقت اذان دینے کے لیے اسے مسجد کی شرعی حدود سے باہر نکلنا پڑے تو اذان کی غرض سے باہر نکلنا جائز ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

اعتکاف سے متعلق چند اہم باتیں

1: معتکف مسجد میں دنیوی باتیں کر سکتا ہے البتہ مسجد کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے فضول گپ شپ سے اجتناب کرے۔ اسی طرح گپ شپ کی محفلیں لگانا بھی اعتکاف کی روح اور مسجد کے تقدس کے خلاف ہے۔

2: معتکف مناسب طریقے سے موبائل فون استعمال کر سکتا ہے البتہ یہ چیزیں ضرورت کی حد تک رکھے، موبائل کا بے جا استعمال مسجد کے احترام اور اعتکاف کی روح کے خلاف ہے۔

3: معتکف کو چاہیے کہ اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ قیمتی بناتے ہوئے تلاوت، ذکر، نفلی عبادات اور دعاؤں کا خصوصی اہتمام کرے، مستند دینی کتب کا مطالعہ کرے، دین کی ضروری باتیں سیکھنے کی بھرپور کوشش کرے، اگر کسی کے ذمے قضا نمازیں یا سجدہ تلاوت ہوں تو ان کی ادائیگی کی فکر کرے؛ غرض اعتکاف کے ایام میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے اعمال خوب سے خوب سرانجام دے تا کہ اعتکاف کا مقصد پورا ہو سکے۔

خواتین کے اعتکاف کے احکام

1: اعتکاف جس طرح مردوں کے لیے سنت ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی سنت ہے۔ اس لیے عورتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اعتکاف کی فضیلت سے اپنے آپ کو محروم نہ رکھیں۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

2: حیض و نفاس کی حالت میں عورت کے لیے اعتکاف کرنا جائز نہیں، اس لیے اعتکاف میں بیٹھنے سے پہلے خواتین اس بات کا اطمینان کرلیں کہ کہیں ان کی ماہواری کی تاریخیں اعتکاف کے دوران تو آنے والی نہیں۔ اگر ماہواری کی تاریخیں اعتکاف کے دوران ہی آرہی ہیں تو ایسی صورت میں اعتکاف کے لیے نہ بیٹھیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

3: اعتکاف کے دوران کسی خاتون کو حیض یا نفاس آجائے تو اس سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے، اس کو چاہیے کہ اعتکاف ختم کرلے، اور بعد میں اس اعتکاف کی قضا کرلے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف)

4: شادی شدہ خواتین اعتکاف میں بیٹھنا چاہیں تو اپنے شوہروں کی اجازت کے بعد ہی اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتی ہیں۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

5: نابالغ لڑکی اگر سمجھدار ہو تو وہ بھی اعتکاف میں بیٹھ سکتی ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

6: جس طرح مردوں کا اعتکاف مسجد ہی میں جائز ہے اسی طرح عورت کا اعتکاف گھر کی مسجد ہی میں درست ہے۔ گھر کی مسجد سے مراد وہ جگہ ہے جس کو نماز کے لیے مخصوص کیا گیا ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا اعتکاف گھر کے صرف اسی حصے میں جائز ہے جو اس کی نماز کے لیے مخصوص ہو۔ اگر عورت نے اپنی نماز کے لیے کوئی جگہ مخصوص نہیں کی ہو کہ جہاں وہ عموماً نماز ادا کرتی ہو بلکہ کبھی کہاں پڑھ لی تو کبھی کہاں، تو ایسی صورت میں اگر وہ کسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے تو اس کا اعتکاف درست نہیں، بلکہ ایسی صورت میں وہ پہلے اپنی نماز کے لیے جگہ خاص کرے کہ نماز اسی جگہ ادا کرے گی تو پھر وہ اس جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ سکتی ہے۔اہلِ علم فرماتے ہیں کہ گھر میں کوئی ایسی جگہ مقرر کر لینا مستحب ہے جہاں خواتین اور گھر کے دیگر افراد نماز اور دیگر عبادات ادا کر لیا کریں۔ جو خواتین اعتکاف میں بیٹھنے کی خواہش مند ہوں تو وہ پہلے اپنی نماز کے لیے ایسی جگہ مقرر کر لے جہاں وہ بسہولت اعتکاف کر سکے، پھر اس کے بعد وہ اسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے۔ اگر عورت نے اپنی نماز کے لیے کوئی جگہ تو مخصوص کر رکھی ہے لیکن اس جگہ اعتکاف کرنا مشکل ہو تو ایسی صورت میں پہلے وہ اپنی نماز کے لیے کوئی ایسی جگہ منتخب کر لے جہاں وہ سہولت کے ساتھ اعتکاف کر سکے، پھر اس کے بعد وہ اسی جگہ اعتکاف کے لیے بیٹھ جائے، بھلے وہ اعتکاف کے بعد کسی وجہ سے اس جگہ پابندی کے ساتھ نماز ادا نہ کر سکے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

7: گھر میں جس جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کیا گیا ہو تو وہ پوری اعتکاف کی جگہ کہلائے گی، البتہ عورت اپنے اعتکاف کے لیے اتنی جگہ گھیر سکتی ہے جہاں وہ سہولت کے ساتھ نماز بھی ادا کر سکے اور آرام بھی کر سکے۔

8: عورت اپنے اعتکاف کی جگہ کے ارد گرد پردے لگا سکتی ہے، لیکن اگر بغیر پردوں کے اعتکاف میں بیٹھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے، البتہ اس بات کا خصوصی دھیان رہے کہ جتنی جگہ اعتکاف کے لیے گھیری ہو وہاں کوئی نشانی لگا دے تاکہ غلطی سے کہیں اس سے باہر نہ چلی جائے، ورنہ تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف)

9: 20 رمضان کا سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے عورت اعتکاف کی نیت سے اپنے اعتکاف کی جگہ آ جائے تاکہ جب سورج غروب ہونے لگے تو یہ اعتکاف کی حالت میں ہو، اور جب عید کا چاند نظر آ جائے تو یہ سنت اعتکاف ختم ہو جاتا ہے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، مسائلِ اعتکاف، فتاویٰ محمودیہ)

10: عورت کے لیے ضروری ہے کہ وہ پورے عشرے میں اپنے اعتکاف کی جگہ ہی میں رہے، اگر اس جگہ سے کسی شرعی عذر کے بغیر نکل گئی چاہے بھول کر ہو یا جان بوجھ کر تو اعتکاف ٹوٹ جائے گا۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

11: عورت اپنے اعتکاف کی جگہ سے صرف انہی ضروریات کے لیے نکل سکتی ہے جن کے لیے نکلنا مردوں کے لیے جائز ہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی، ردالمحتار علی الدر المختار، مسائلِ اعتکاف)

12: مرد چونکہ مسجد میں اعتکاف کرتے ہیں اس لیے ان کے لیے کئی چیزیں اس لیے ممنوع ہوتی ہیں کہ وہ مسجد کے احترام کے خلاف ہوتی ہیں، لیکن عورت جہاں اعتکاف کرتی ہے وہ گھر کی مسجد تو کہلاتی ہے لیکن اس پر حقیقی مسجد کے احکام جاری نہیں ہوتے، یہی وجہ ہے کہ عورت اعتکاف کی جگہ دنیوی بات چیت بھی کر سکتی ہے، گھر کے کام کاج بھی کر سکتی ہے، سینے پرونے کے کام بھی کر سکتی ہے، گھر کے افراد کو مشورہ بھی دے سکتی ہے؛ غرض اعتکاف کی جگہ بیٹھے بیٹھے ایسے دنیوی کام کر سکتی ہے اور ان کی وجہ سے اعتکاف پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا، لیکن کوشش کرے کہ اعتکاف کے دوران اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ عبادات میں خرچ کرے، اور کوئی ضرورت نہ ہو تو ان دنیوی کاموں سے جتنا ہو سکے دور رہے۔

(اعتکاف کے فضائل واحکام، احکامِ اعتکاف، مسائلِ اعتکاف)

13: جو خواتین سنت اعتکاف کے لیے نہیں بیٹھ سکتیں تو انہیں چاہیے کہ وہ گھر کی مسجد میں نفل اعتکاف کے لیے بیٹھ جایا کریں، اس کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ خواتین کے لیے نفل اعتکاف کے احکام وہی ہے جو کتاب کے شروع میں نفلی اعتکاف کی بحث میں بیان ہو چکے۔ (اعتکاف کے فضائل واحکام، فتاویٰ محمودیہ)

کن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے؟

جن صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے ان میں سے چند یہ ہیں:

1: کوئی آدمی ایسا بیمار ہو جائے کہ اس کے لیے اعتکاف برقرار رکھنا مشکل ہو جائے یا اس کو علاج کے لیے مسجد سے نکلنا پڑ جائے۔

2: کسی شخص کے والدین یا بیوی بچے اس قدر بیمار پڑ جائیں کہ ان کے لیے مسجد سے نکلنے کی ضرورت پیش آ جائے۔

3: جنازہ تیار ہو اور کوئی دوسرا نماز جنازہ پڑھانے والا نہ ہو۔

ان جیسی صورتوں میں اعتکاف توڑنا جائز ہے، البتہ اس کی قضا لازم ہے لیکن اس کی وجہ سے وہ گناہ گار نہیں ہو گا۔ (احکامِ اعتکاف)

اعتکاف کی قضا کا طریقہ

1: سنت اعتکاف جب ٹوٹ جائے تو اس کی قضا لازم ہوتی ہے۔(احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی)

2: قضا اعتکاف کے لیے روزہ بھی ضروری ہے، اس لیے اگر رمضان ہی میں قضا کرنا ہے تو اس صورت میں تو روزہ ہوتا ہی ہے، اور اگر رمضان کے علاوہ دیگر دنوں میں اعتکاف کی قضا کرنی ہے تو اس کے لیے روزہ رکھنا ضروری ہے۔ (احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ محمودیہ)

3: رمضان کا سنت اعتکاف جب بھی ٹوٹ جائے تو صرف ایک دن کی قضا لازم ہوتی ہے۔
(احکامِ اعتکاف، فتاویٰ عثمانی، فتاویٰ محمودیہ)

4: اگر اعتکاف صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے کے درمیان کسی وقت ٹوٹا ہو تو اس صورت میں صرف دن کی قضا لازم ہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ صبح صادق کا وقت داخل ہونے سے پہلے قضا اعتکاف کی نیت سے مسجد آ جائے، پھر جب سورج غروب ہو جائے تو یہ قضا اعتکاف پورا ہو جاتا ہے۔ اور اگر سورج غروب ہونے سے لے کر صبح صادق تک کسی وقت ٹوٹا ہے تو اس کی قضا کا طریقہ یہ ہے کہ سورج غروب ہونے سے

پہلے قضا اعتکاف کی نیت سے مسجد آ جائے، اور اگلے دن جب سورج غروب ہو جائے تو اس اعتکاف کا وقت ختم ہو جائے گا۔ (احکامِ اعتکاف)

5: وہ حضرات جن کا اعتکاف ٹوٹ جائے اور رمضان کے ایام ابھی باقی ہوں تو وہ گھر جا سکتے ہیں، لیکن اگر وہ گھر نہ جانا چاہیں بلکہ اعتکاف کی نیت سے مسجد ہی میں رہنا چاہیں تو ان کا یہ اعتکاف نفلی کہلائے گا، ان کے ذمّے سنت اعتکاف کی پابندیاں لاگو نہیں ہوں گی، البتہ انہیں چاہیے کہ وہ اسی رمضان میں اس اعتکاف کی قضا کر لیں، لیکن اگر وہ فی الحال قضا نہ کرنا چاہے تو بعد میں قضا کر لے، جس کا طریقہ اوپر بیان ہو چکا۔

ضروری ہدایات اور مفید تجاویز

1: معتکف کو اگر کوئی ایسا معاملہ پیش آجائے کہ جس کے بارے میں اس کو علم نہ ہو کہ اس سے اعتکاف ٹوٹتا ہے یا نہیں، تو ایسی صورت میں پہلے کسی مستند عالم سے پوچھ لے، پھر اس کے بعد عمل کرے، کیوں کہ معتکف کا اعتکاف اسی صورت میں محفوظ رہ سکتا ہے جب وہ پوچھ پوچھ کر عمل کرتا رہے، ورنہ تو بہت سے لوگ پہلے کوئی کام کر ڈالتے ہیں اور پھر اس کے بعد پوچھتے ہیں کہ اس سے اعتکاف ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ جس کی وجہ سے بہت سے لوگ ذرا سی غفلت کی وجہ سے اپنا اعتکاف فاسد کر لیتے ہیں، یہ انتہائی نقصان کی بات ہے۔

2: معتکفین حضرات اس بات کا خصوصی خیال رکھیں کہ ان کی ذات اور سامان کی وجہ سے کسی کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچے، نہ معتکفین کو اور نہ دیگر نمازیوں کو۔

3: معتکفین حضرات باہمی محبت، ہمدردی، تعاون، خدمت اور خوش اخلاقی کے ساتھ رہیں تاکہ اعتکاف میں کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آئے اور اعتکاف چین و سکون کے ساتھ گزرے۔ اور اگر ایسا کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آبھی جائے تو صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے معاملہ رفع دفع کرنے کی کوشش کریں۔

4: بہتر یہ ہے کہ مسجد میں سنت اعتکاف کرنے والے حضرات کے ساتھ ساتھ کوئی شخص نفلی اعتکاف میں بھی بیٹھ جائے تاکہ ضرورت کے موقع پر معتکفین کے ساتھ تعاون کر سکے، اس سے معتکفین کے لیے بڑی آسانی رہتی ہے۔

مبین الرحمٰن
نیو حاجی کیمپ سلطان آباد کراچی